وفا ۱۳۸۱ ہش
جولائی ۲۰۰۲ء

ماہنامہ

انصار اللہ

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی نوع انسان سے ہمدردی کے بارہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں:-

''......اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جاں گداز ہوئی اس لئے خدانے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے......'' (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۹)

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے مخالف مولویوں اور سجادہ نشینوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''......اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی فئہ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی۔ تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچاوے اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا''

(انجام آتھم صفحہ ۶۴ روحانی خزائن جلد ۱۱)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے
ماہنامہ انصار اللہ
ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

وفا ۱۳۸۱ ھش - جولائی ۲۰۰۲ء
جلد نمبر ------------------- ۴۳
شمارہ نمبر ------------------- ۷

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر، جاوید احمد جاوید، ریاض محمود باجوہ

اس شمارہ میں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
ڈیزائن وکمپوزنگ: صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)
سالانہ ---------------- ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ ---------------- دس روپے

ادار یہ

جلسہ سالانہ--محبت واخوت اور عالمگیر وحدت کا ایک منظر

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس		اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

سرزمین انگلستان میں عنقریب جماعت احمدیہ کا عالمگیر جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا ہے جس میں دنیا بھر کے خوش بخت براہمی طیور جمع ہوں گے- حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی پیدا کردہ محبت واخوت اور عالمگیر وحدت کا یہ کتنا خوبصورت اور ایمان افروز منظر ہوگا- بڑے خوش قسمت ہیں وہ جنہیں قوت پرواز ملی- اِن گروہ در گروہ عشاقِ احمدیت کا محض للّٰہی اعراض سے جلسہ سالانہ میں شامل ہونا بڑی برکتوں کا موجب ہے- اور یہی وہ غرض تھی جس کے لئے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے جلسہ سالانہ کے انعقاد کی طرح ڈالی- آپ فرماتے ہیں:

''......اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں- اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے- اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشے- اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد وتعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا- اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو رُوحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہِ حضرت عزت جلّشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی سلسلہ میں اور بھی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آ جاوے گا- گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا...... اس جلسہ پر جس قدر احباب محض للّٰہ تکلیف سفر اٹھا کر حاضر ہوئے خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے- آمین ثم آمین-''

(آسمانی فیصلہ- روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۵۲-۳۵۳)

جلسہ سالانہ احمدیت کی صداقت کا ایک روشن نشان ہے- کجا وہ ایک تنہا وجود جو اپنی کیفیت اور مسکینی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے-

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر		کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر

ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے آپ کو خبر دی۔

''......(ترجمہ) اور جن راہوں سے وہ مالی مدد آئیگی اور ارادت کے خطوط آئیں گے۔ وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی۔ اور گہری ہو جائیں گی۔ یعنی بکثرت ہر ایک قسم کا مال آئے گا اور دور دور سے آئے گا۔ اور دُور دُور سے مریدانہ خطوط آئیں گے۔ اور نیز اس قدر لوگ کثرت سے آئیں گے۔ کہ جن راہوں پر چلیں گے اُن راہوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ خدا اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم خود آسمان سے الہام کریں گے...... یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۷۱-۷۲)

پھر خدا تعالیٰ معجزانہ طور پر آپ کو مقبولیت عطا فرمائی۔ اور جلسہ سالانہ آسمانی تائید و نصرت کا نشان ٹھہرا۔ اور احمدیت کی صداقت کا آفتاب اپنی رفعتوں پر آ گیا۔ اب جلسہ سالانہ کی عالمگیر وسعت نظر آ رہی ہے ملک ملک قریہ قریہ اور بستی بستی اس کی برکتوں سے معمور ہو رہی ہے۔ جہاں دینِ حق کے جاں نثار عقیدت و محبت کے پھول لئے جمع ہوتے ہیں اور مخالفین حق نے جس بات کو ناممکن قرار دیا اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کر دکھایا۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ رب کریم کے اس احسان و فضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا میں اک غریب تھا مجھے بے انتہاء دیا
اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا

مبارک ہیں وہ جو اس فضل ایزدی کا ایک بار پھر مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا مستحق بنائے کہ ''جس قدر احباب محض للہ تکلیف اٹھا کر حاضر ہو رہے ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر ایک قدم کا ثواب ان کو عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔''

بریگیڈیئر (ر) محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب کی وفات

نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اقدسؑ کی مبشر اولاد میں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد...... کے بیٹے محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب مورخہ ۸ جون ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ شام ۵ بجے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ معروف شخصیت جناب حضرت مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ ماہر امراض چشم ڈاکٹر کے طور پر پاکستان آرمی میں خدمات بجا لاتے رہے۔ ۹ جون ۲۰۰۲ء کو محترم امیر صاحب مقامی نے جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ادارہ ماہنامہ انصار اللہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے بیٹیوں اور خاندان حضرت اقدس سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو دینی و دنیوی خدمات میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور اپنے فضل سے صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ)

امام الکلام

عالی مرتبہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت ﷺ کے عالی مقام کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''......اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دُنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا۔ کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی اُن کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیے۔ اُن کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا...... میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار دُرود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔...... افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

وُہ لوگ جو اس خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوے یا مُرتد ہو جائے اور توحید پر قائم ہو اور خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو وُہ بھی نجات پا جائے گا اور ایمان نہ لانے یا مُرتد ہونے سے اس کا کچھ بھی حرج نہ ہوگا...... ایسے لوگ درحقیقت توحید کی حقیقت سے ہی بے خبر ہیں......'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹-۱۲۰ روحانی خزائن جلد ۲۲)

کلام الامام

اخلاقِ فاضلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......فرماتے ہیں:-

''آپ کی طبیعت نہایت ہی سادہ تھی- کسی دُکھ پر گھبراتے نہیں تھے- اور کبھی کسی خواہش سے حد سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے تھے-......آپؐ کی پیدائش سے پہلے آپؐ کے والد اور بچپن میں ہی آپؐ کی والدہ فوت ہوگئی تھیں- ابتدائی آٹھ سال آپ نے اپنے دادا کی نگرانی میں گذارے- اس کے بعد آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کی ولایت میں پرورش پائی- چچا کا خونی رشتہ بھی تھا- اور ان کے والد نے بھی مرتے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خاص طور پر وصیت فرمائی تھی اس لئے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص طور پر محبت بھی رکھتے تھے اور آپ کا خیال بھی رکھتے تھے لیکن چچی میں نہ وہ شفقت کا مادہ تھا نہ خاندانی ذمہ داریوں کا احساس- جب گھر میں کوئی چیز آتی تو بسا اوقات وہ اپنے بچوں کو پہلے دیتیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہ رکھتیں- ابوطالب گھر میں آتے تو بجائے اس کے کہ اپنے بھتیجے کو روتا ہوا یا گلا کرتا ہوا پاتے وہ دیکھتے کہ اُن کے بچے تو کوئی چیز کھا رہے ہیں لیکن اُن کا چھوٹا سا بھتیجا کوہ وقار بنا ایک طرف بیٹھا ہے- چچا کی محبت اور خاندانی ذمہ داریاں ان کے سامنے آجاتیں وہ دوڑ کر اپنے بھتیجے کو بغل میں لے لیتے اور کہتے میرے بچے کا بھی تو خیال کرو، میرے بچے کا بھی تو خیال کرو- ایسا اکثر ہوتا رہتا تھا- مگر دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی شکوہ کیا نہ آپ کے چہرہ پر کبھی ملال ظاہر ہوا- نہ اس وجہ سے کبھی چڑچڑا پن پیدا ہوا- نہ اپنے چچیرے بھائیوں سے رقابت پیدا ہوئی- چنانچہ آپ کی زندگی بتاتی ہے کہ کس طرح آپؐ نے بعد کے بدلے ہوئے حالات میں حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ کو اپنی تربیت میں لے لیا اور ہر طرح سے ان کی بہتری کی تدابیر کیں-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دنیوی طور پر بھی نہایت ہی تلخ طور پر گذری ہے- پیدائش سے پہلے ہی اپنے والد کی وفات پھر والدہ اور دادا کی یکے بعد دیگرے وفات- پھر جب شادی ہوئی تو آپ کے بچے متواتر فوت ہوتے چلے گئے اس کے بعد پے در پے آپؐ کی کئی بیویاں فوت ہوئیں- جن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی باوفا اور خدمت گزار بیوی بھی تھیں- مگر آپ نے ان سب مصائب کو خوشی سے برداشت کیا اور ان غموں نے نہ آپؐ کی کمر توڑی نہ آپ کی خوش مزاجی پر کوئی اثر ڈالا- دل کے زخم کبھی آنکھوں سے نہیں پھوٹے- چہرہ ہر ایک کے لئے بشاش رہا اور شاذ و نادر ہی کسی موقع پر آپ نے اس درد کا اظہار کیا-

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۴۷)

عربی منظوم کلام

اُرْسِلْتَ مِنْ رَّبٍّ كَرِيْمٍ مُّحْسِنٍ فِیْ الْفِتْنَةِ الصَّمَّاءِ وَالطُّغْيَانِ

(اے رسولؐ) تو ربِّ کریم محسن کی طرف سے خوفناک فتنے اور طغیان وسرکشی کے وقت بھیجا گیا

يَا لَلْفَتٰى مَا حُسْنُهٗ وَجَمَالُهٗ رَيَّاهُ يُصْبِی الْقَلْبَ كَالرَّيْحَانِ

واہ! کیا ہی جواں مرد ہے! کیسے حسن و جمال والا ہے! جس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح موہ لیتی ہے

وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِیْ وَجْهِهٖ وَشُئُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ

آپؐ کے چہرہ میں خدا کا چہرہ نمایاں ہے اور خدا کی صفات (آپ کی) اس شان سے جلوہ گر ہو گئیں۔

سُمُحٌ كَرِيْمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰى خِرْقٌ وَّفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْيَانِ

آپؐ خوش خلق، معزز، سخی، تقویٰ کے سچے دوست، فیاض اور جواں مردوں کے گروہوں پر فوقیت رکھنے والے ہیں۔

فَاقَ الْوَرٰى بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ

آپؐ ساری خلقت سے اپنے کمال اور اپنے جمال اور اپنے جلال اور اپنے شاداب دل کے ساتھ فوقیت لے گئے ہیں۔

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى رِيْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْيَانِ

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوریٰ، معززین میں سے برگزیدہ اور سرداروں میں سے منتخب وجود ہیں۔

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانِ

ہر قسم کی فضیلت کی صفات آپ پر کمال کو پہنچ گئیں اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ پر ختم ہو گئی ہیں۔

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

بخدا! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (خدا کے) نائب کے طور پر ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ دربارِ شاہی میں رسائی ہو سکتی ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۹۲)

فارسی منظوم کلام

ہم چنیں عشقم بروئے مصطفٰے دِل پَرد چوں مُرغ سوئے مُصطفٰے
ایسا ہی عشق مجھے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے میرا دل ایک پرندہ کی طرح مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُڑ کر جاتا ہے۔

تا مرا دادند از حُسنش خبر شد دلم از عشقِ اُو زیر و زبر
جب سے مجھے اُس کے حُسن کی خبر دی گئی ہے۔ میرا دل اس کے عشق میں بے قرار رہتا ہے۔

منکہ مے بینم رُخِ آں دلبرے جاں فشانم گر دہد دل دیگرے
میں جو کہ اس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں اور اگر کوئی اسے دل دے تو میں اس کے مقابلہ پر جاں نثار کر دوں۔

محو روئے اُو شد است ایں رُوئے من بوئے او آید ز بام و کوئے من
یہ میرا چہرہ اس کے چہرہ میں محو اور گم ہو گیا اور میرے مکان اور کوچہ سے اُسی کی خوشبو آ رہی ہے۔

سر بتابد زاں مہِ من چوں منے لعنتِ حق بر گمانِ دشمنے!
کیا میرے جیسا شخص اپنے اس چاند سے منہ پھیر سکتا ہے؟ دشمن کے اس خیال پر خدا کی لعنت۔

آں منم کاندر رہِ آں سرورے درمیانِ خاک و خون بینی سرے
میں تو وہ ہوں کہ اُس سردار کی راہ میں تو میرا سر خاک اور خون میں لتھڑا ہوا دیکھے گا!

تیغ گر بارد بکوئے آں نگار آں منم کاوّل کند جاں را نثار
اگر اس معشوق کی گلی میں تلوار چلے تو میں وہ پہلا شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کرے گا۔

گر ہمیں کفر است نزد کیں ورے خوش نصیبے آں کہ چومن کافرے
اگر دشمن کے نزدیک یہی کفر ہے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے جو میری طرح کا کافر ہے۔

(سراجِ منیر۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۹۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوع انسان سے محبت وشفقت

محبت، شفقت، ہمدردی، رحم، خیر خواہی اور حُسن خلق میں حضورؐ کی اعلیٰ وارفع سیرت

(مسلسل-۲)

تحریر: نصر اللہ خان ناصر (ایڈیٹر)

انسانیت کے عظیم محسن سید الانبیاء والاصفیاء حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا امتیاز قوم وملت ایک دائمی اور کامل تعلیم نے انسان کو اشرف المخلوقات کے بلند منصب پر کھڑا کیا- اسے حُریت فکر اور آزادی ضمیر اور اظہار رائے کے سنہری اصولوں سے روشناس کیا جس سے انسانی معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بنا- ہاں یہی مخلوق خدا کے لئے سلامتی کا سفیر تھا جس کی تاریک راتوں کی دعاؤں نے برّ وبحر کے باسیوں میں محبت واخوت اور امن وسلامتی قائم کر دی-

دنیا کے لئے رحمت عام: خدائے رحیم وکریم نے آپ کو رحمت کے مقام پر فائز کیا تھا اور آپ کی فطرت میں انسانیت کے لئے درد وتضرع ودیعت کی گئی تھی- گذشتہ شمارہ کے مضمون میں اسی پاک فطرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے- حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے اس رحمتِ مجسم کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا:

جان خود دادن پے خلق خدا درفطرتش   جاں نثار خستہ جاناں بے دلاں راغمگسار
نعرہ ہا پُردرد مے زد از پے خلقِ خدا   شد تضرع کارِاو پیش از خدا لیل و نہار

(آئینہ کمالات اسلام)

یعنی مخلوق خدا کے لئے جان دینا اس کی فطرت میں ہے وہ شکستہ دلوں کا جاں نثار اور بیکسوں کا ہمدرد ہے- مخلوق خدا کی محبت میں اس کی درد بھری دعاؤں جن میں خدا کے حضور تضرع اور گریہ زاری تھی اس کا وتیرہ تھا-

مخلوق خدا کے ساتھ اس محبت اور ہمدردی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے-

"لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O" (سورۃ توبہ آیت: ۱۲۸)

یعنی تمہارے پاس تم میں سے رسول آیا ہے اس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا اسے بہت گراں

گزرتا ہے۔ تمہاری بھلائی کے لئے وہ حریص (بھلائی کا چاہنے والا، اور خیر کی اشتہاء رکھنے والا ہے) اور اہل ایمان پر نہایت نرم اور مہربان واقع ہے۔

ایک اور موقعہ پر قوم کے لئے ہدایت پانے کی تڑپ کا یوں ذکر فرمایا گیا۔

" لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔" (سورۃ الشعراء آیت: ۴)

پس کیا تو اپنے تئیں اس تڑپ اور غم کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال دے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔

پھر سورۃ آل عمران میں ہے

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ......" (آیت: ۶۰)

یعنی اللہ کی عنایت و رحمت سے تم ان کے لئے نرمی (کے طریق کو) اختیار کرتے ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ہمدردی میں جو عمومیت اور وسعت پائی جاتی ہے اس کا ذکر حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام یوں فرماتے ہیں:۔

''......اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی......'' (حقیقۃ الوحی صفحہ: ۱۱۹ روحانی خزائن جلد ۲۲)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے سورۃ النجم کی تفسیر میں آپؐ کے مقام تدلّی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''...... یہ رسول، خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان ہے خدا سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا۔ اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا......'' (ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول صفحہ ۱۷۵)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے خطاب سے اس رحمت عام کا یوں ذکر فرمایا:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔" (سورۃ الانبیاء آیت: ۱۰۸)

یعنی (اے رسول) ہم نے تجھے صرف رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ نے آیت مذکورہ کے ذکر میں فرمایا:

''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- ناقل)......ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے تجھے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں- اور آپؐ کی ہمدردی تمام دُنیا سے ہے- نہ کسی خاص قوم سے......'' (چشمہ معرفت- روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۸)

وجودِ رحمت کی برکت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تضرع اور دل کی گدازش ہی تھی جس کے نتیجہ میں مخالف اور دشمن قوم عذاب سے بچی رہی اسی رحمت دو عالمؐ کی متضرعانہ دعاؤں سے قوم کے لئے ہدایت مقدر تھی سورہ الانفال میں اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے کہ جب منکروں نے کہا کہ اے اللہ اگر تیری طرف سے یہی (دین) حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں کوئی اور دکھ سے بھرا ہوا عذاب دے مگر خدا تعالیٰ کے سامنے وہ وجود رحمت تھا جو ایسے عذاب میں مانع تھا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"......مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ......" (سورۃ الانفال آیت: ۳۴)

یعنی اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہ تھا وہ انہیں عذاب نہیں دے سکتا تھا جب کہ تو ان میں تھا- تو یہاں ایک وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود رحمت ہے کہ جو قوم کے عذاب میں مبتلا ہونے میں روک بنا-

حقوق انسانی کا تحفظ اور شفقت علی خلق اللہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ایسے انسانی تمدن اور معاشرتی حقوق کے قیام کی ہدایت کی گئی جو حضرت آدمؑ کے لئے وجود میں آیا تھا اس تمدن اور معاشرہ کے خدوخال سے ان انسانی حقوق کی نشان دہی ہوتی ہے- حضرت آدمؑ کو بتایا گیا-

"اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰىO وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰىO"
(سورۃ طٰہٰ آیت: ۱۱۸-۱۱۹)

یعنی یقیناً تیرے لئے یہ (مقدر) ہے کہ تو بھوکا نہ رہے (اور نہ تیرے ساتھی) اور تو ننگا نہ رہے اور نہ تو پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے-

ان آیات میں اس جنت ارضی کا ہی نقشہ دے دیا گیا ہے کہ حقوق انسانی کے لئے جو معاشرہ تشکیل پائے گا اس میں کھانا، لباس، پانی اور مکان کا انتظام ہوگا اور یہ اس کامل رسولؐ کے ذریعہ سے تکمیل پائے گا نہ کسی اشتراکی، سوشلزم یا سرمایہ داری نظام سے- پھر قرآن نے تو اس حق معیشت و معاشرت کو سائل اور محروم تک وسعت دی- فرمایا "وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌO لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِO (سورۃ العارج- آیت: ۲۵-۲۶) کہ جن کے اموال میں ایک مقررہ حصہ سائل کا بھی

ہوتا ہے اور محروم، (سفید پوش جو مانگنے میں عار محسوس کرے یا بے زبان جانور بھی ہو) ان کا بھی ہوتا ہے۔ یہ حق ان کو دیا جائے اور انہیں فائدہ پہنچایا جائے۔ اس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی اور معاشرتی عدل و انصاف کی طرف توجہ دلائی تا کہ مخلوق خدائے رحمٰن کے فیوض وبرکات سے فائدہ اٹھائے۔

اسی طرح انسان کو تکریم وتحریم عطا کیا گیا۔ فرمایا "لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ......" (سورة بنی اسرائیل آیت: ۷۱) یعنی ہم نے بنی آدم کو (بہت) شرف بخشا ہے اس طرح اسے اشرف المخلوقات کا مقام دیا گیا اور پھر اس کی جان مال عزت و آبرو کا بھی تحفظ فرمایا گیا۔ چنانچہ ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل اور اس کی توہین اور تذلیل قرار دیا چنانچہ یہ بتایا گیا کہ "مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا۔" (سورۃ المائدہ۔ آیت ۳۳) یعنی جس نے ایک انسانی جان کا (اپنے ہاتھ میں قانون لیتے ہوئے بلا وجہ قتل کیا یا زمین میں فساد کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کا قتل کیا یعنی انسان کی تعظیم وتکریم کو ختم کرتے ہوئے قتل کی بھیانک ریت ڈالی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں نہایت جامع طور پر انسانیت کے حقوق، شرف انسانی اور اخوت و ہمدردی کا سبق دیا۔ حضورؐ کا امن وسلامتی کا پیغام یہ ہے۔

(ترجمہ) "حضرت ابوبکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمانہ اپنی پہلی حالت پر گھوم آیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ (۱۲) ماہ کا ہوتا ہے جن میں سے چار احترام والے مہینے ہیں۔ یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا قبیلہ مضر کا رجب یعنی وہ جو جمادی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ کچھ دیر خاموش رہے۔ ہمیں گمان ہوا کہ شاید آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہم نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! پھر آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ کچھ دیر خاموش رہے۔ ہمیں خیال ہوا کہ شاید آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا یہ شہر مکہ مکرمہ نہیں۔ ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپؐ کچھ دیر خاموش رہے۔ ہم نے خیال کیا۔ شاید آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! اس پر آپؐ نے فرمایا۔ آج کے دن تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں تم پر حرام اور قابل احترام ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینہ میں واجب الاحترام ہے۔ اے لوگو! عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے کیسے عمل کئے؟ دیکھو میرے بعد دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ اور آگاہ رہو تم

میں سے جو یہاں موجود ہے ان لوگوں کو پیغام پہنچا دے جو کہ موجود نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کو پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہو- پھر آپؐ نے فرمایا- کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا؟ آپؐ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے- ہم نے عرض کیا- ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا- اس پر آپؐ نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ! گواہ رہنا-''

(مسلم کتاب القسامة باب تغلیظ تحریم الدماء وَالاعراض وَالاموال)

مسند احمد کی روایت ہے-

(ترجمہ) ''ابونضرہ بیان کرتے ہیں مجھے اس شخص نے بتایا جس نے وہ خطبہ حجة الوداع سنا جو آپؐ نے ایام منیٰ میں دیا تھا- آپؐ نے فرمایا- اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے یاد رکھو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سرخ وسفید پر کسی طرح کی کوئی فضیلت نہیں- ہاں تقویٰ اور صلاحیت، وجہ ترجیح اور فضیلت ہے- آپؐ نے فرمایا کیا میں نے یہ پیغام پہنچا دیا لوگوں نے عرض کیا ہاں اللہ کے رسول نے یہ پیغام اچھی طرح پہنچا دیا- پھر آپؐ نے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے جواب دیا (ایام حج کا) بڑا محترم دن ہے پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ (ذوالحجہ کا) محترم مہینہ ہے- اس پر آپؐ نے فرمایا- تمہارے خون (جانیں) تمہارے اموال- راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ آپؐ نے یہ فرمایا ہو تمہارا یہ شہر اسی طرح قابل عزت اور حرمت والے ہیں جس طرح یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر حرمت والے ہیں (یعنی جس طرح ان کی بے حرمتی کا تم خیال بھی نہیں کر سکتے) پھر آپؐ نے پوچھا کیا میں نے یہ اہم پیغام پہنچا دیا ہے لوگوں نے عرض کیا ہاں اللہ کے رسولؐ نے سب کچھ پہنچا دیا ہے- آپؐ نے فرمایا تو جو جو اس وقت موجود ہے وہ ان تک بھی یہ پیغام پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں-''

(مسند احمد صفحہ ۴۰۵-۴۱۱ و ۲۰۱-۲۳۰)

شرف انسانی کے بنیادی نکات: مذکورہ ہر دو احادیث اس خطبہ حجة الوداع کے موقع کی ہیں جب اسلام کا پھیلاؤ دُور دُور تک ہو چکا تھا جزیرہ نما عرب کے علاوہ فارس شام عراق یمن روم فلسطین مصر حبشہ اور افریقہ کے بھی بعض دیگر علاقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ غلامی میں آ چکے تھے- چنانچہ اس وقت تفریق وعصبیت اور تفاخر اور باہمی اختلاف وانشقاق کے امکانات تھے- اس اہم موقعہ پر جب مختلف رنگ ونسل اور لسانی اختلاف رکھنے والے موجود تھے- آپؐ نے شرف انسانی کو قائم کرنے کے لئے نہایت اہم ہدایات فرمائیں- کہ

(۱) جس طرح یہ دن (ایام حج) یہ مہینہ یہ شہر مقدس اور محترم ہیں اور تم ان کے تقدس کو قائم رکھتے ہو اور کسی قسم کی خلاف ورزی کو ان کے احترام کے خلاف جانتے ہو اسی طرح تمہاری جانیں تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں احترام کے لائق ہیں-

(۲) کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو کے دشمن بن کر تم میرے منکر ٹھہرو گے۔ اور امن و سلامتی کی حصار کو توڑتے ہوئے انسانیت کی تذلیل کرنے والے بنو گے۔

(۳) کسی برادری گروہ یا قوم کو لسانی یا نسلی اعتبار سے دوسروں پر فضیلت حاصل نہیں۔ ایسی برتری اور تفاخر کسی طور بھی درست نہیں۔ اگر کوئی وجہ فضیلت ہے تو نیکی اور تقویٰ سے ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دے کر لوگوں کو گواہ ٹھہرایا اور پابند کیا کہ ہر سننے والے کو دائمی امن کا یہ پیغام دوسرے لوگوں اور بعد میں آنے والی قوموں اور نسلوں تک پہنچائے۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و سلامتی کے ایام مہینہ اور شہر کی مثال دے کر انسان کا اعلیٰ و اشرف مقام بیان فرمایا تا کہ حقوق کی پامالی نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امن عالم کے لئے یہ ایک زریں آخری پیغام ہے۔ اور آج تک مہذب اقوام اور یو۔ این۔ او نے کوئی ایسا دستور نہیں دیا جس سے نسلی قومی اور لسانی امتیازات کو ختم کیا جا سکے اور یہی وہ روک ہے جس سے امن عالم اٹھ چکا ہے۔ پھر آپؐ نے ان عوامل کی بھی نشاندہی فرمائی جو قطع رحمی کا موجب ہیں فرمایا کہ:

''تم ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ بغض سے کام لو نہ کسی کے سودے پر سودا کرو تا کہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔ نہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیر کر بے تعلقی یا نفرت کا اظہار کرو۔ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بنو۔ مومن اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا اس کی تحقیر نہیں کرتا نہ اس کی تذلیل کرتا ہے۔ آپؐ نے تین دفعہ اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے یعنی نیک جذبہ اچھی نیت اور ارادہ دل سے ہے آپؐ نے فرمایا کہ میرے فرمانبردار وہی ہیں جو اپنے مومن بھائی کے خون مال اور عزت و آبرو کو واجب الاحترام سمجھتے ہیں۔'' (مسلم کتاب البر والصلۃ)

غلاموں اور خادموں پر شفقت اور ان سے حسن سلوک: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سب سے مظلوم طبقہ غلاموں، خادموں اور مزدوروں کا تھا جن کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ آپؐ نے غلامی کو یکسر موقوف کر دیا۔ اور ایسی تعلیم دی کہ کسی کو جبراً غلام نہ رکھا جا سکتا تھا اور جو کوئی اپنی خادمانہ زندگی پر قانع تھا وہ اس حسن سلوک اور مساویانہ برتاؤ کے باعث اس کنبہ کا فرد بن گیا۔

مؤرخین کے نزدیک غلامی کا رواج اس طرح شروع ہوا کہ دو قبیلوں ملکوں یا قوموں کے یاں کسی وجہ سے جنگ ہوتی تو فاتح اپنے مخالفین کے مردوں کو قتل کر دیتے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر کے غلام بنا لیتے پھر ان سے مختلف کام اور محنتیں لیتے۔ جب دنیا میں تمدن اور کاروبار نے ترقی کی تو مزدور پیشہ اور خادموں کی زیادہ ضرورت پیش آنے لگی۔ چنانچہ مفتوح قوم کے مردوں کو بھی غلام بنایا جانے لگا۔ اور پھر قومی اور انفرادی کاموں میں جبری محنت لی جانے لگی اور اس کا

رواج اتنا ہوا کہ غلام تمدنی زندگی کا ایک ضروری حصہ بن گئے غلام پر آقا و مالک کو مکمل اختیار ہوتا کہ جس طرح چاہے اور جو کام چاہے اس سے لے جو سزا چاہے اسے دے۔ اسے فروخت کرنا چاہے تو کھلے عام منڈیوں اور میلوں میں فروخت بھی کر سکتا تھا گویا غلاموں کے کوئی حقوق نہ تھے ان سے بھیڑ بکروں کی طرح سلوک کیا جاتا۔

غلاموں کے نجات دہندہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ بعثت سے قبل ہی غلاموں کے لئے شفقت اور نرمی کا سلوک روا رکھتے تھے۔ جب کہ بعثت کے بعد غلاموں کو آزاد کرنا ایک بڑی نیکی قرار دیا۔ سورۃ البلد جو مکی سورۃ ہے اس میں "فَكُّ الرَّقَبَةِ" (آیت: ۱۴) یعنی غلام کی گردن چھڑانا اور اسے آزاد کروانے کو نیکی کی بلند چوٹی سر کرنے کے مترادف قرار دیا گیا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پاکیزہ نمونہ تھا۔

آپؐ غلاموں کے لئے نجات دہندہ تھے۔ جنگی قیدیوں کی صورت میں ان کے ورثاء کو آزاد کروانے کی سہولت دی گئی اگر کوئی آزاد نہ کروا سکے تو ایسے غلاموں کو مکاتبت (یعنی مدتِ خدمت کے معاہدہ) سے آزادی مل سکتی تھی۔ پھر اہل ایمان کی بعض خطاؤں کے عوض غلام کو آزاد کرنے کا مرحلہ بھی تھا۔ یہ احکامات اس وجہ سے بھی دیئے گئے کہ اس زمانہ میں جنگی قیدیوں کو رکھنے کی کوئی گنجائش نہ تھی پھر خواتین قیدیوں کے لئے اور بھی قباحتیں پیدا ہوسکتی تھیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء نے ان سے برضا رغبت شادی کی اجازت دی تھی اور اولاد ہونے کی صورت میں وہ آزاد ہو جاتی تھیں۔ وہ ایک آزاد عورت جیسے تمام معاشرتی اور عائلی حقوق کا استحقاق رکھتی تھی۔ اس طرح انہیں معاشرہ میں عزت کا مقام دیا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم نے غلاموں سے حسن سلوک کی تعلیم دی۔ سورۃ النساء میں ہے۔

> (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کا سلوک کرو اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ...... اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ......" (آیت: ۳۷)

حضرت زیدؓ سے شفقت: آپ کے اس شفقت و احسان کی ایک تصویر حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے۔ حضرت زیدؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ حضورؐ نے جب ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تو حضرت خدیجہؓ نے تمام اموال جن میں حضرت زید بھی تھے حضورؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اموال غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دیئے وہاں حضرت زیدؓ کو بھی آزاد کر دیا۔ حضرت زیدؓ یمن کے قبیلہ بنو خزاعہ سے تھے۔ جہاں سے لاکر انہیں عکاظ کے میلہ میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ وہ آزاد تو کر دیئے گئے تھے مگر حضورؐ کی شفقت اور زید کی آپؐ سے محبت اس قدر تھی کہ انہوں نے مدتوں بچھڑے ہوئے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور اپنی آزادی کو اپنے آقا کی غلامی پر ترجیح دی۔ اس شفقت کا اگلا قدم یہ تھا کہ حضورؐ نے انہیں بیٹا بنا لیا۔ مگر داغ غلامی کی وجہ سے ان کے

تحت الشعور میں احساس کمتری کسی نہ کسی رنگ میں موجود تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ پر مزید شفقت واحسان کا سلوک یہ فرمایا کہ قریش کی ایک معزز اور حسین وجمیل خاتون اپنی پھوپھی زاد حضرت زینبؓ سے شادی کروادی جو اس احساس کو دور کرنے کا یہ ایک عظیم الشان نمونہ تھا اگر کہیں معمولی درجہ کے گھرانہ میں شادی کروائی جاتی تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ زیدؓ آخر غلام تھا اس کو ایک آزاد جیسا مقام نہ دیا گیا۔ مگر حضورؐ نے حضرت زیدؓ کی عزت وتکریم قائم کی۔ پھر جب کسی وجہ سے حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کی نہ بنی اور علیحدگی ہوگئی۔ تو حضورؐ نے کمال مصلحت اور حکمت سے حضرت زینبؓ کو اپنے عقدِ زوجیت میں لیا اس سے حضرت زیدؓ کو عزت دی گئی کہ آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے آقا نے اس کی مطلقہ سے شادی کی۔ اس طرح جس زاویہ نگاہ سے دیکھیں حضرت زیدؓ کے ساتھ شفقت ومحبت کی حسین جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت درحقیقت جواب آں غزل کے مترادف ہے جو زیدؓ اپنے والدین کو چھوڑ کر حضورؐ کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے۔ جب زیدؓ کے والدین اپنے بیٹے کا علم ہونے پر بصد اشتیاق آئے تو عین اسی اثنا میں زید کھیلتے ہوئے آئے اپنے رنگ ونسل کے نوواردین کو دیکھا تو ٹھٹھر کر رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے پوچھا زید! انہیں پہچانتے ہو حضرت زیدؓ نے عرض کیا میں پہچانتا ہوں حضورؐ نے فرمایا یہ تمہیں لینے آئے ہیں اگر تم جانا چاہتے ہو تو ان کے ساتھ جاسکتے ہو۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں میں حضور کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ نو دس سال کی عمر میں والدین سے جدا ہونے والا بچہ جو شعور کی منزلیں طے کر چکا تھا اور ماں کی مامتا سے مانوس شفقت ومحبت کا مزہ چکھ چکا تھا اس نے ان کی محبت کو ترازو کے ایک پلڑا میں رکھا اور اپنے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دوسرے پلڑے۔ تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے شفیق آقا کے احسانات اور محبت کا پلڑا زیادہ بھاری ہے۔ رءوف ورحیم خدا کے مظہر وجودؐ کی ماں سے بڑھ کر یہ وہ محبت تھی جس کا ذکر آپؐ کے عظیم روحانی فرزند حضرت مہدی مسعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے۔

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید ‏ ‏ ‏ ‏ کس ندیدہ در جہاں از مادرے

کہ وہ رحم وشفقت جو خلق خدا نے آپؐ سے دیکھا وہ کسی نے اپنی ماں سے بھی نہ دیکھا تھا۔

(جاری ہے)

قارئین تصحیح فرمالیں: (۱) شمارہ مئی ۲۰۰۲ء صفحہ ۱۹ کے آخر میں فقرہ یوں ہے۔ ’’مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افرادِ امت میں سے ہیں۔‘‘ (۲) شمارہ جون ۲۰۰۲ء صفحہ ۱۵ پر دی گئی سورۃ الکہف کی آیت ۱۴۶ نہیں بلکہ آیت ۳۰ سے لیا گیا یہ جز ’’فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ......‘‘ ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ایڈیٹر)

پرواز احمدیت

سُہانا ہے سماں تازہ جہاں معلوم ہوتے ہیں
بشکلِ نو زمین و آسماں معلوم ہوتے ہیں

فضا کی خامشی مجھ کو سناتی ہے عجب نغمے!
ستارے مجھ کو میرے ہم زباں معلوم ہوتے ہیں

انہیں کے دم سے وابستہ ہے رَو بادِ بہاری کی
تری نظروں میں جو وجہِ خزاں معلوم ہوتے ہیں

غلامانِ مسیحِ وقت ہیں گو ناتواں بندے
عزائم میں مگر کوہِ گراں معلوم ہوتے ہیں

کھڑے ہیں تان کر سینہ جو بے تیغ و سپر یارب!
تری توحید کے وہ پاسباں معلوم ہوتے ہیں

اگر تاریخ پڑھتا ہوں خلیلؑ و نوحؑ و آدمؑ کی
سبھی اوراق میری داستاں معلوم ہوتے ہیں

نہ جانے کیوں ٹپک جاتے ہیں جا کر ان کی آنکھوں سے
مری آنکھوں سے جو آنسو رواں معلوم ہوتے ہیں

مجھے آئینۂ فردا میں آتے ہیں نظر خنداں
وہی جو آج مصروفِ فغاں معلوم ہوتے ہیں

ز فضلِ ایزدی منزل میں ہے ایسی کشش پیدا
کھنچے آتے ہزاروں کارواں معلوم ہوتے ہیں

یہ بیعت کرنے والے صد ہزاراں اُسود و اُحمر
سبھی مہدی کے تائیدی نشاں معلوم ہوتے ہیں

توانا ششدر و حیراں ہیں ان کے کارناموں پر
وہ جو کہ دیکھنے میں ناتواں معلوم ہوتے ہیں

درِ مہدیؑ کو بخشا ہے خدا نے مرتبہ کیسا!
جہاں پہ جھکتے شاہانِ زماں معلوم ہوتے ہیں

وہی ''چالیس'' جا پہنچے بھلا کیونکر کروڑوں تک!
حقائق ایک لمبی داستاں معلوم ہوتے ہیں

حصارِ احمدیت میں اماں پائیں گی اب قومیں
جہاں بھر میں یہ آثار و نشاں معلوم ہوتے ہیں

ز فضلِ حق ملے گی آخری فتح و ظفر ہم کو
ابھی گو امتحان در امتحان معلوم ہوتے ہیں

یہ جستِ احمدیّت ہے فقط فضلِ خداوندی
اگر نُصرت ملے کب امتحاں معلوم ہوتے ہیں!

امامِ حضرتِ طاہر سدا ڈش کے توسّل سے
جہاں بھی ہوں ہمارے درمیاں معلوم ہوتے ہیں

ٹپکتے ہیں تیری آنکھوں سے اے اسلامؔ جو آنسو
ترے یہ سوزِ دل کے ترجماں معلوم ہوتے ہیں

عبدالسّلام اسلامؔ

ہمارا جلسہ سالانہ

احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان

''دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا''

تحریر: مکرم جاوید احمد جاوید صاحب

اللہ تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں اس وقت ظہور فرماتے ہیں جب دنیا میں بسنے والے خدائے واحد و یگانہ کو بھول کر بے شمار خداؤں کے پجاری بن جاتے ہیں۔ محبتوں کی بجائے نفرتیں پھیل جاتی ہیں اور اتحاد و اتفاق کی بجائے افتراق و انتشار رونما ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حکم اور اُس کی تائید سے اپنی پاکیزہ تعلیم اور صحبت کے ذریعہ سے باہم محبت پیدا کرتے ہیں۔ اور ان گنت خداؤں کی عبادت کی جگہ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کی طرف بنی نوع انسان کو متوجہ کرتے ہیں اور اس حیّ و قیوم اور خالق الکل خدا سے متعارف کرواتے ہیں جو رب العالمین ہے۔ اس وحدانیت کے پرستار باہمی افتراق و انتشار کو ختم کر کے ایک پاکیزہ اور مطہر اور مضبوط جماعت پیدا کرتے ہیں۔

موجودہ زمانے کے افتراق اور انتشار کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں پیشگوئی فرمائی تھی۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق اس انتشار کو اتحاد و یگانگت میں بدلنے والے وجود کی پیش خبری بھی دی تھی۔ چنانچہ اس پیش خبری کے مطابق قادیان ضلع گورداسپور میں آج سے ایک سو تیرہ سال پہلے مامور زمانہ نے آ کر اپنے اس اہم کام کا آغاز فرمایا۔ اور پہلے روز چالیس افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اور ان افراد کو آپ نے اپنی صحبت میں لے کر ان کی تطہیر کی۔ آپ کی ماموریت کا سن کر دور و نزدیک سے سعادت مند روحیں کشاں کشاں قادیان آنے لگیں۔ اور بیعت توبہ کر کے اس پاکیزہ جماعت میں شامل ہونے لگیں۔ جیسا کہ ہمیشہ سے انبیاء کو اپنے متبعین کے ایمان اور تقویٰ اور محبت الٰہی میں ترقی کی فکر رہتی ہے۔ اسی فکر نے مامور وقت حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں ایک تدبیر ڈالی۔ کہ کوئی ایسی تقریب پیدا کی جائے۔ کہ بیعت توبہ کرنے والے سال میں کم از کم ایک مرتبہ چند دن قادیان آ کر صحبت میں رہیں۔ تا ان کے ایمان اور تقویٰ و طہارت میں ترقی ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ اس بارہ میں فرماتے ہیں:۔

''تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آ جائے۔ اور ایسی

حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروانہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں۔ جس میں تمام مخلصین اگر خدا چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔

سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آ جاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آ جانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے۔ اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو رُوحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی سلسلہ میں اور بھی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاءاللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس

جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آ جاوے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہو گا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تا کہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں۔ بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آ جائیں جن میں سفر کرنا حد اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور اب جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ پر جس قدر احباب محض للہ تکلیف سفر اٹھا کر حاضر ہوئے خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرما دے۔ آمین ثم آمین''

پھر ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے ایک اشتہار میں اپنے پیغام کو یورپ و امریکہ تک پہنچانے کے لئے تدابیر حسنہ پیش کرنے کی تحریک کی۔ اور مزید اغراض و مقاصد بھی بیان کئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

''...... بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے محبوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہو گا۔ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں۔ اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم۔ کیونکہ دین ([redacted]) قبول کر چکے اور ([redacted]) کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور

تشریف لاویں جو زادراہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہریک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ...... پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے۔ اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہریک صاحب جو اس للّہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دُور فرما دے۔ اور ان کو ہریک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔''

اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو پاکیزہ صحبت کا موقعہ بہم پہنچانے اور ان کے تقویٰ کی ترقی کے لئے جو تقریب آپ کے دل میں ڈالی گئی۔ اُس کا نام آپ نے جلسہ سالانہ تجویز فرمایا اور اس جلسہ کے اغراض و مقاصد آپ نے اپنے ان دو اشتہارات میں بیان فرما دیئے ہیں۔ جو ابھی آپ نے پڑھے ہیں۔

جلسہ سالانہ کے اثرات: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی دوسرے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے ایک شخص کے تاثرات آپ کی ایک تصنیف ''آئینہ کمالات اسلام'' میں شائع ہوئے۔ وہ قارئین کی دلچسپی کے لئے

تحریر کئے جاتے ہیں- یہ تاثرات حضرت میر ناصر نواب صاحب ...... کے ہیں- جو انہوں نے ۲ جنوری ۱۸۹۳ء کو رقم کئے-

''مرزا صاحب نے مجھے بھی باوجودیکہ اُن کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں ان کا مخالف ہوں- نہ صرف مخالف بلکہ بدگو بھی اور یہ مکرّر سہ کرّر مجھ سے وقوع میں آچکا ہے- جلسہ پر بلایا اور چند خطوط جن میں ایک رجسٹری بھی تھا بھیجے- اگرچہ پیشتر بسبب جہالت اور مخالفت کے میرا ارادہ جانے کا نہ تھا- لیکن مرزا صاحب کے بار بار لکھنے سے میرے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی ......

جب میں مرزا صاحب سے ملا اور وہ اخلاق سے پیش آئے تو میرا دل نرم ہوا گویا مرزا صاحب کی نظر سرمہ کی سلائی تھی جس سے غبار کدورت میرے دل کی آنکھوں سے دُور ہو گیا اور غیظ و غضب کے نزلہ کا پانی خشک ہونے لگا- اور کچھ کچھ دھندلا سا مجھے حق نظر آنا شروع ہوا- اور رفتہ رفتہ باطنی بینائی درست ہوئی- مرزا صاحب کے سوا اور کئی بھائی اس جلسہ میں ایسے تھے کہ جن کو میں حقارت اور عداوت سے دیکھتا تھا- اب ان کو محبت اور الفت سے دیکھنے لگا- اور یہ حال ہوا کہ کل اہل جلسہ میں جو مرزا صاحب کے زیادہ محبّ تھے وُہ مجھے بھی زیادہ عزیز معلوم ہونے لگے- بعد عصر مرزا صاحب نے کچھ بیان فرمایا جس کے سننے سے میرے تمام شبہات رفع ہو گئے اور آنکھیں کھل گئیں ......

اس جلسہ پر تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے- جن کے چہروں سے مسلمانی نور ٹپک رہا تھا- امیر، غریب، نواب، انجنیئر، تھانہ دار، تحصیلدار، زمیندار، سوداگر، حکیم غرض ہر قسم کے لوگ تھے- ہاں چند مولوی بھی تھے مگر مسکین مولوی- مولوی کے ساتھ مسکین اور منکسر کا لفظ یہ مرزا صاحب کی کرامت ہے- کہ مرزا صاحب سے مل کر مولوی بھی مسکین بن جاتے ہیں ......

......اللہ جل شانہ نے مرزا صاحب کو کس قدر چڑھایا اور کس قدر خلق خدا کے دلوں کو متوجہ کر دیا کہ اپنا آرام چھوڑ کر- وطن سے جدا ہو کر- روپیہ خرچ کر کے قادیان میں آکر زمین پر سوتے بلکہ ریل میں ایک دو رات جاگے بھی ضرور ہوں گے- اور کئی پیادہ چل کر بھی حاضر ہوئے- میں نے ایک بھی شخص کے مُنہ سے کسی قسم کی شکایت نہیں سنی- مرزا صاحب کے گرد ایسے جمع ہوتے تھے جیسے شمع کے گرد پروانے- جب مرزا صاحب کچھ فرماتے تھے- تو ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے- قریباً چالیس پچاس شخص اس جلسہ پر مرید ہوئے ......

مرزا صاحب نے شرقاً غرباً مخالفین اسلام کو دعوت اسلام کی اور ایسا نیچا کر دکھایا کہ کوئی مقابل آنے جوگا نہیں رہا- اکثر نیچریوں کو جو مولوی صاحبان سے ہرگز اصلاح پر نہیں آسکتے توبہ کرائی اور پنجاب سے نیچریت کا اثر بہت کم کر دیا- اب وہی نیچری ہیں جو مسلمان صورت بھی نہیں تھے مرزا

صاحب کے ملنے سے مومن سیرت ہو گئے- اہلکاروں، تھانہ داروں نے رشوتیں لینی چھوڑ دیں- نشہ بازوں نے نشے ترک کر دیئے کئی لوگوں نے حقّہ ترک کر دیا- مرزا صاحب کے شیعہ مریدوں نے تبرّا ترک کر دیا- صحابہ سے محبت کرنے لگے- تعزیہ داری مرثیہ خوانی موقوف کر دی...... پھلوں ہی سے تو درخت پہچانا جاتا ہے- اللہ تعالیٰ کو بھی لوگوں نے صفات سے پہچانا- ورنہ اس کی ذات کسی کو نظر نہیں آتی-''

(آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۳۷ تا ۶۴۳)

جلسہ سالانہ صداقت احمدیت کا روشن نشان: جلسہ سالانہ کی بناء کیوں ڈالی گئی- اس کے اغراض و مقاصد کیا تھے- اور یہ بھی کہ اس کے ذریعہ سے وہ کیسے حاصل ہوئے- اب ان سطور میں ہم دیکھیں گے- کہ یہ جلسہ صداقت احمدیت کا روشن نشان کیونکر بنا- اس غرض سے ہم خدا تعالیٰ کے اُس کلام کو ملاحظہ کرتے ہیں جو اُس نے دعویٰ سے بھی کافی عرصہ قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام (اللہ کی سلامتی آپ پر ہو) پر نازل فرمایا ہم دیکھتے ہیں- اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

......(ترجمہ) اور جن راہوں سے وہ مالی مدد آئیگی اور ارادت کے خطوط آئیں گے- وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی- اور گہری ہو جائیں گی- یعنی بکثرت ہر ایک قسم کا مال آئے گا اور دور دور سے آئے گا- اور دُور دُور سے مریدانہ خطوط آئیں گے- اور نیز اس قدر لوگ کثرت سے آئیں گے- کہ جن راہوں پر چلیں گے اُن راہوں میں گڑھے پڑ جائیں گے- خدا اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا- تیری مدد وُہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم خود آسمان سے الہام کریں گے...... یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے- سو تیرے پر واجب ہے کہ تو اُن سے بدخلقی نہ کرے- اور تجھے لازم ہے کہ تو اُن کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے-''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم- روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۷۱-۷۲)

جلسہ سالانہ کی وسعت: اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے جو پیش خبریوں اور نصائح پر مشتمل ہے- عیاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا- اور ہر لحہ مدد کر رہا ہے- چنانچہ اللہ تعالیٰ کے انہی وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب پہلا جلسہ سالانہ منعقد کیا- تو ۷۵- افراد حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قادیان آئے- اس سے اگلے سال ۳۲۷- افراد نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی- اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ منعقد ہوا- اس میں یہ تعداد ۲۰۰۰ تک بڑھ چکی تھی- ان کے بعد خلیفہ اول حضرت حکیم حافظ مولانا نورالدین..... کے آخری جلسہ سالانہ میں یہ تعداد ۳۰۰۰ سے زائد تک پہنچ چکی تھی- ان کے بعد خلیفہ ثانی حضرت مصلح

موعود...... کے آخری جلسہ سالانہ میں حاضرین کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے زمانہ کے آخری جلسہ میں یہ تعداد دو لاکھ سے زائد تھی یہ جلسہ ۱۹۸۱ء میں ربوہ میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ربوہ میں جو آخری جلسہ کیا ہجرت سے قبل اس میں حاضرین کی تعداد اڑھائی لاکھ سے زائد تھی۔ یہ جلسہ ۱۹۸۳ء کے دسمبر میں ہوا۔

جلسہ سالانہ کی عالمگیریت: جب سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لندن تشریف فرما ہیں۔ اس وقت سے جلسہ سالانہ نے بہت وسعت اختیار کر لی ہے۔ اور اس کے فوائد سے متمتع ہونے کے لئے ہر ملک نے اس کا انعقاد کر کے اس کی برکات سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے۔

تقسیم برصغیر ہند (۱۹۴۷ء) سے قبل قادیان میں ہونے والے جلسہ سالانہ ۱۹۴۶ء میں کل تعداد شرکاء ۳۹۷۰۰ تھی جب کہ گذشتہ سال ۲۰۰۱ء میں ہونے والے جلسہ سالانہ میں ۴۸ ہزار افراد نے شرکت تھی۔ جن میں نومبائعین کی تعداد تقریباً ۱۰ ہزار تھی اور ہندو اور سکھ معززین اور حکومت پنجاب نے وزراء اور دیگر دانشوروں نے شرکت کی۔ گذشتہ سال ۲۰۰۱ء قلب یورپ جرمنی کے جلسہ سالانہ میں ۶۷ ممالک کے ۳۷ ہزار سے زائد احباب نے شرکت کی اسی طرح انڈونیشیاء اور امریکہ اور کینیڈا کے جلسہ ہائے سالانہ میں بھی ہزاروں احباب نے شرکت فرمائی۔

پس اس جلسہ میں شامل ہونے والا ہر فرد احمدیت کی صداقت پر مہر لگا رہا ہوتا ہے معزز قارئین آپ نے ۱۸۹۱ء سے ۱۹۸۳ء تک ہونے والے بعض جلسوں کی حاضری ملاحظہ فرمائی ہے۔ جو سال بہ سال بڑھتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ جہاں اس میں شامل ہونے والوں نے اپنی تعداد کے ذریعہ احمدیت کی سچائی کو ثابت کیا اور کر رہے ہیں۔ وہاں وُہ اس مقدس تقریب سے اپنے ایمانوں کی ترقی اور اپنے تقویٰ میں بڑھوتری حاصل کرتے ہیں۔ اور سال بھر کے لئے ایمان کو صیقل کر لیتے ہیں۔ اور ان روح پرور واقعات کو سال بھر اپنے دلوں میں زندہ رکھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... کے دور میں ہی جماعت احمدیہ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل گئی تھی اور جلسہ سالانہ عالمی وسعت اختیار کر گیا اور ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے علاوہ دیگر ایشائی یورپی اور افریقی ممالک کے باشندے بھی اس جلسہ سالانہ میں شریک ہونے لگے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک دور میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق غیر ملکی باشندے وفود کی شکل میں شریک ہونے لگے تھے اور اب تک بے شمار ممالک کے وفود جلسہ سالانہ میں شرکت کر چکے ہیں۔

ناظرین کی توجہ کے لائق: حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عنوان سے آئینہ کمالات اسلام (روحانی خزائن جلد ۵) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک نہیں سکتا- یہ نظیر نہایت تشفی بخش ہے کہ سال گذشتہ میں جب ابھی فتویٰ تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا- اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جدوجہد اور جان کنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لئے توجہ فرمائی تھی- صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان میں تشریف لائے تھے- مگر اب جب کہ فتویٰ طیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتویٰ پر مہریں ثبت کرائیں- اور وہ اور اُن کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدعی ہوئے کہ گویا اب انہوں نے اس الٰہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی بڑی روکیں ڈال دی ہیں- تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی- اب سوچنا چاہیے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب- اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد گئیں- کیا یہ خدا تعالیٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا- کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں......'' (صفحہ ۶۲۹)

اللہ تعالیٰ کی جن قدرتوں کے جلووں کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا تحریر میں فرمایا ہے کہ جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا عظیم الشان نشان ہے- اور ہر ملک کا ہر جلسہ جماعت احمدیہ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے- کہ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت ظاہر ہو رہی ہے- اور اس کے وعدوں کے مطابق جوق در جوق لوگ ان جلسوں میں شمولیت کے لئے دوڑے چلے آتے ہیں- ان جلسوں میں اس جلسہ سالانہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے جس میں خلیفۃ المسیح شمولیت فرماتے ہیں- اور اُن کے خطابات اور ملاقاتوں سے شاملین اپنی روحانی تشنگی بجھاتے ہیں- پس ہم اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتے ہیں جس نے ہر جلسہ سالانہ پر اپنی قدرتوں کے نظارے ہمیں دکھائے اور دکھاتا چلا جا رہا ہے- اور اب تو MTA کی وساطت سے یہ جلسہ عالمگیر بن گیا ہے- اور ہر سال کروڑوں روحانی پیاسے اس چشمہ شیریں سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں-

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت — اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور — ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

☆☆☆

کیا بتائیں یہ محبت کا جہاں کیسا لگا

اپریل ۲۰۰۲ء میں حضور انور کا پہلی مرتبہ دیدار ہوا - زندگی میں پہلی مرتبہ ملاقات کا شرف ملا - جو جذبات ہیں وہ مکمل اظہار تو شاید کبھی نہ پاسکیں - ملاقات کے کچھ دن بعد عبید اللہ علیم صاحب مرحوم کا ایک شعر نظر سے گزرا۔

دیکھنے کی جس کو رہتی ہے تمنا مستقل　　سامنے جب آگیا وہ ناگہاں، کیسا لگا

جذبات اسی شعر کی زمین میں ڈھلنا شروع ہو گئے۔

اک زماں کے بعد ہم آغوش جب اُس سے ہوئے
کیا بتائیں جسم اپنا درمیاں کیسا لگا

ہاتھ ہاتھوں میں لیا اُس کا تو ہم کیسے کہیں
ہاتھ میں آیا ہوا سارا جہاں کیسا لگا

جیسے ہر اک سانس میں کھلنے لگے لاکھوں چمن
دیکھنا ، دل کو بہاروں کا سماں کیسا لگا

پہلی پہلی بار سورج دیکھنے والو ، کہو
یہ زمیں کیسی لگی اور آسماں کیسا لگا

ہوش آجائے اگر تو لفظ ہاتھ آتے نہیں
کیا بتائیں یہ محبت کا جہاں کیسا لگا

یہ دعاؤں کے کرشمے ، آنسوؤں کے معجزے
اصل میں ڈھلتا ہوا وہم و گماں کیسا لگا

اے ہمارے دل میں آکر بسنے والے بادشاہ
اپنے اس درویش کا کچا مکاں کیسا لگا

کاش اب بھی اپنے شاعر کو بتاتا وہ حسیں
اس کو یہ معصوم جذبوں کا بیاں کیسا لگا

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۳ مئی تا ۹ مئی ۲۰۰۲ء)

آصف محمود باسط

حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ چاچڑاں شریف

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ سے محبت و اخلاص کا تعلق

تحریر: مکرم جمال الدین شمس صاحب

اے فرید وقت در صدق و صفا　　با تو باد آں رُو کہ نام اُو خدا
بر تو بارد رحمتِ یارِ ازل　　در تُو تابد نورِ دلدارِ ازل

حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ساتھ اخلاص و محبت کا تعلق رکھنے والے ایک عارف باللہ سجادہ نشین فقر و تصوف اور جادہ عرفان کے شہسوار حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کا تعلق چاچڑاں شریف سے ہے۔ جو سابق ریاست بہاولپور میں خانپور ریلوے اسٹیشن سے مغربی جانب جانے والی برانچ لائن پر آخری ریلوے اسٹیشن ہے۔ اس گدی سے عقیدت رکھنے والے ہزروں لوگ پنجاب اور سندھ میں موجود ہیں۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے لئے دعائیہ رنگ میں مذکورہ بالا اشعار میں فرمایا کہ "اے صدق و وفا میں اس زمانہ کے فرید تیرے ساتھ وہ ذات ہو جس کا نام خدا ہے۔ تجھ پر اس یار قدیم کی رحمتوں کی بارش ہو اور تجھ میں اس محبوب ازلی کا نور چمکتا رہے۔" زیر نظر مضمون میں اسی عارف باللہ کا تعارف مقصد ہے۔

خاندانی حالات: حضرت خواجہ غلام فریدؒ قریشی النسل اور حضرت عمر بن خطابؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے جد امجد یحیٰی بن مالک جو ناصر بن عبداللہ بن عمر کے پڑپوتے تھے عرب سے ہجرت کر کے سندھ آئے تھے۔ ان کے بیٹے منصور کو سندھ میں موجود عربوں نے اپنا سردار بنالیا اور اس طرح سندھ کے لوگ ان کی انتہائی عزت و تکریم کرتے تھے۔ ان کی اولاد حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہی۔ عیسیٰ بن یوسف جو مالک سے ساتویں پشت پر تھے دنیوی وجاہت کے ساتھ دین کی طرف خاص رغبت رکھتے تھے۔ اس طرح یہ خاندان دنیا سے زیادہ دین کا دلدادہ اور روحانیت کا شیدا رہا۔ ابتدأ یہ خاندان سندھ کے زیریں علاقہ میں آباد تھا۔

شیخ حسین بن پڑیا ملازمت کے سلسلہ میں ٹھٹھہ میں رہائش رکھتے تھے۔ جنہوں نے عمر کے آخری ایام میں ملازمت ترک کر کے سلسلہ سہروردیہ میں شمولیت اختیار کی اور خدمت دین میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے فقر و سلوک کی منزلیں طے کیں اور مخدوم کا لقب پایا۔ ان کے بیٹے حضرت زکریا بن حسین سندھ سے ترک سکونت کر کے منگلوٹ شریف (ضلع ملتان)

میں آباد ہو گئے۔ مخدوم محمد زکریا کے فرزند مخدوم نور محمد صاحب (جن کا مزار ضلع لودھراں میں زیارت گاہ عوام ہے) کا شہرہ ہوا تو مغل بادشاہ شاہجہاں کے وزیر میر اراوت خاں نے ان کی بیعت کر لی۔ شاہجہان کو بھی ان سے عقیدت تھی۔ شاہجہاں نے ایک بڑی جاگیر آپ کی نذر کی۔ مخدوم نور محمد صاحب کے پوتے مخدوم محمد شریف صاحب نے ذویلے سندھ کے کنارے سیت پور کے قریب یاراوالی میں سکونت اختیار کر لی۔ بعد میں ایک سردار مٹھن خاں نے جو مخدوم صاحب کے معتقدین میں سے تھے کوٹ مٹھن آباد کیا تو انہوں نے وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ مخدوم محمد شریف صاحب نے سلسلہ سہروردیہ کی قوت عمل کو گھٹتا دیکھ کر اپنے دونوں بیٹوں قاضی نور محمد اور قاضی محمد عاقل کو خانوادہ چشت کے مشہور بزرگ خواجہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ خواجہ نور محمد مہاروی کی بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ خواجہ نور محمد صاحب کے مرید بن گئے۔ خواجہ فخر الدین دہلوی بہادر شاہ ظفر کے پیر ہونے کی وجہ سے قلعہ معلیٰ میں تشریف لے جاتے تو ان کے ساتھ قاضی محمد عاقل کا بھی وہاں آنا جانا ہو گیا۔ اس آمد ورفت کے بعد بہادر شاہ ظفر قاضی محمد عاقل کی سیرت سے متاثر ہوا۔ قاضی محمد عاقل کے بیٹے میاں احمد علی ان کی مسند خلافت پر بیٹھے جن کے علم وفضل کی شہرت دور دور تک تھی۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی صاحب جیسے صاحب رشد وہدایت ان کے شاگرد تھے۔ حضرت میاں احمد علی صاحب کے دو بیٹے حضرت خواجہ خدا بخش صاحب اور خواجہ تاج محمود صاحب تھے۔

خواجگان کی سکونت: حضرت خواجہ تاج محمود صاحب کے زمانہ میں سکھوں نے مسلمانوں کے خلاف اودھم مچایا تو انہوں نے دریائے سندھ کے مشرقی کنارے چاچڑاں کی طرف ہجرت کر لی۔ اس تبدیلی سکونت میں نواب صادق محمد خان اول والی ریاست بہاولپور کی خواہش کا بڑا دخل تھا۔ اس وقت سے چاچڑاں شریف خواجگان کی سکونت اور کوٹ مٹھن ان کا مدفن ہے۔ حضرت خواجہ خدا بخش صاحب کے دو بیٹے خواجہ غلام فخر الدین صاحب اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ تھے۔

حضرت خواجہ صاحب کی ولادت اور تعلیم: حضرت خواجہ خدا بخش صاحب کے ہاں بہت عرصہ کوئی اولاد نہ ہوئی تو دعائے خاص کے نتیجہ میں ۲۶ ذوالعقدہ ۱۲۶۱ھ بمطابق ۱۸۴۶ء چاچڑاں شریف میں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حضرت خواجہ فرید الدین صاحب گنج شکر کی مناسبت سے ''غلام فرید'' رکھا گیا۔ ساڑھے تین سال کی عمر میں رسم بسم اللہ مولانا تاج محمود صاحب نے ادا کرتے ہوئے کہا۔

''آکھ غلام فرید الف'' آپ نے بعینہٖ اس فقرے کو دہرا دیا ''آکھ غلام فرید الف''

مولانا تاج محمد صاحب بار بار کہتے ''آکھ غلام فرید الف'' تو خواجہ صاحب یہی کلمہ دھرا دیتے۔ خواجہ صاحب کی کافی جس کا مصرعہ ہے ''یک الف ہم بس دے میاں جی'' میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ ابھی حضرت غلام فرید کی عمر ۴ سال تھی کہ ان کے والد محترم کا سایہ اٹھ گیا۔ ۹ سال کے تھے کہ والدہ محترمہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ تو آپ کے ماموں جناب میاں غلام محمد صاحب نے آپ کی تعلیم وتربیت کا بیڑہ اٹھالیا۔

حضرت خدا بخش صاحب کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر خواجہ غلام فخر الدین صاحب مسند خلافت پر بیٹھے۔ جو اپنے والد محترم کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے بھی اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ خواجہ غلام فخر الدین کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے وہ اپنے بھائی خواجہ غلام فرید سے غائت درجہ محبت کرتے تھے۔ اور انہوں نے آپ کی روحانی جسمانی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ کی تعلیم کے لئے ایک فاضل استاد مولوی قائم الدین صاحب مقرر کئے گئے۔ جناب نواب فتح محمد خان صاحب والی ریاست بہاولپور کی درخواست پر آپ بہت عرصہ ڈیرہ نواب صاحب (احمد پور شرقیہ) میں قیام پذیر رہے۔ اور وہاں بھی آپ کی تعلیم جاری رہی۔ باوجود محلات میں کھانے پینے اور عیش و آرام کے شاہی انتظامات کے آپ ہمیشہ سادہ اور صوفیانہ زندگی کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب کی روحانی عقیدت: حضرت خواجہ صاحب کے ماموں غلام محمد صاحب چاہتے تھے کہ آپ اپنے چچا حضرت خواجہ تاج محمود صاحب سے روحانی تعلق رکھیں۔ مگر آپ نے ایک خواب کی بنا پر ۱۳ سال کی عمر میں اپنے بھائی خواجہ غلام فخر الدین صاحب کے ساتھ تعلق ارادت باندھا اور اس میں دن بدن بڑھتے گئے۔ آپ فرماتے ہیں:

چشمان فخر الدین مٹھل دیاں تن من کیتا چکنا چور
گھول گھتاں میں فخر جہاں توں جنت حور قصور
یار فرید کوں اینویں ساڑیو جینویں جلیا کوہ طور

نیز فرمایا

فخر جہاں ہک ریت سوجھائی ارضی تھیا یک بار سمائی
ظلمت بن گئی نور و نور

آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد درس نظامی مکمل کیا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کا باقاعدہ علم حاصل کیا۔ بزرگان کی کتب زیر مطالعہ رکھتے عوارف المعارف، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، سہ مراتب، تحفہ مراسلہ، فصوص الحکم، جواہر جلالی، جامع العلوم، کشکول حکمی جیسی کتب اکثر آپ کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ علوم جغرافیہ اسماء الرجال اور علم الانساب میں بھی شغف رکھتے تھے۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ علم موسیقی کے تمام رازوں سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب تحصیل علم کے معاملہ میں تعصبات سے بالکل آزاد تھے۔ عربی، فارسی دینی علوم کے ساتھ ساتھ اردو، ہندی، سندھی زبانیں بھی سیکھی تھیں۔ تاکہ ان زبانوں کے علمی و ادبی سرمایہ سے استفادہ کیا جاسکے۔ ان کا خیال تھا کہ انسان کو اپنا دامن وسیع رکھنا چاہئے۔ اسی جذبہ کے تحت انگریزی زبان سیکھنے کے لئے انگریزی کی ابجد پڑھی اور رومن لکھنے کی مشق کی۔

مسند نشینی: ۱۲۸۸ء میں آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ غلام فخر الدین وفات پا گئے۔ تو آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اس وقت، آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ علم وعرفان کی وہ تمام منزلیں جو ایک پیر کامل کے لئے ضروری ہوتی ہیں آپ اس سے قبل ہی طے کر چکے تھے۔ گیارھویں محرم بیعت کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ نواب محمد صادق خان صاحب رابع نے چاچڑاں پہنچ کر آپ کی رسم دستار بندی ادا کی اور خلعت فاخرہ پیش کیا۔ خود نواب صاحب جن کی خاندانی ارادت کا سلسلہ پہلے خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور ان کے جانشینوں سے وابستہ تھا خواجہ غلام فرید کی شخصیت سے متاثر ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کے طلبگار ہوئے۔ نواب صاحب بہاولپور کو خواجہ صاحب سے بے حد عقیدت تھی۔ انہوں نے ایک گرانقدر جاگیر چاچڑاں شریف کی خانقاہ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ نواب صاحب جب بھی خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے جاتے تو نذرانہ پیش کرتے اور جب وہاں سے رخصت ہوتے تو بھی ہزاروں روپے نذر کرتے۔ خواجہ صاحب کی عادت تھی کہ روپیہ آنے کی دیر ہوتی تھی کہ اسے ختم کرنے کی فکر لاحق ہو جاتی۔ فوراً مختار کار کو بلا کر ہدایت کر دیتے کہ اتنا روپیہ لنگر کے خرچ کے لئے۔ اتنا قرض کی ادائیگی ...... (وغیرہ)

(مقدمہ دیوان فرید صفحہ ۱۱)

سفر حج بیت اللہ: ۲۱ شوال ۱۲۹۲ھ میں سفر حج بیت اللہ کا عزم کیا۔ رستہ میں کئی مزارات اور مقامات مقدسہ کی زیارت اور علماء وصوفیاء سے ملاقات کی۔ جب سفر پر روانہ ہوئے تو مریدین اور معتقدین کی ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہو گئی۔ اور ان کے تمام اخراجات سفر خواجہ صاحب نے برداشت کئے۔ خواجہ صاحب نے اس سفر میں مساکین وفقراء میں کثرت سے خیرات تقسیم کی۔

جونہی آپ دیار محبوب میں پہنچے سینکڑوں کی تعداد میں اہل عرب جوق در جوق آپ کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ سے روحانی فیض پایا۔

مجاہدہ نفس: مناقب فریدی میں لکھا ہے:۔

"طبع عالی کو دنیا اور اہل دنیا سے تنفر پیدا ہوا آخر بمقام روہی ریگستان میں تشریف لے جا کر وہاں ایک گھا تیار کرا کے اٹھارہ سال کامل عبادت میں مصروف رہے۔ وہاں یہ وطیرہ تھا کہ جب بہت سے طالب خدا جمع ہوتے تھوڑی دیر کے واسطے باہر آ کر ان کی حاجت روائی فرماتے جو خدام ہمراہ تھے ان کو بھی بوقت افطاری روزہ باریابی ہوتی تھی......"

روہی میں خواجہ صاحب کا یہ طویل قیام ان کے مجاہدہ نفس کا واضح ثبوت ہے۔ یہاں خواجہ صاحب کو وہ خلوت بھی میسر تھی جسے وہ طبعاً پسند کرتے تھے اور وہ یکسوئی بھی تھی جو سالک راہ حق کے لئے از بس ضروری ہے۔

شاعری: حضرت خواجہ غلام فرید صاحب اہل حال تھے۔ اہل قال نہ تھے۔ آپ کا سارا کلام آمد ہے۔ فی البدیہہ کافیاں فرمایا کرتے تھے۔ سرائیکی زبان میں آپ خاتم الشعراء سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کا کلام عشق و محبت، سوز و گداز کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ علامہ عزیز الرحمٰن صاحب عزیز لکھتے ہیں:۔

> ''ان کی شاعری کسی تعریف اور تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ بہاولپوری زبان کے قادر الکلام اور بلند پایہ شاعر تھے۔ وہ ملتانی زبان کے اول الشعراء اور خاتم الشعراء تھے انہوں نے سندھی سوز و گداز اور بہاولپوری درد و کرب کو ایران کی نازک خیالی ہندوستان کی موسیقی اور عربی جذبات کے ساتھ اس قدر مخلوط کر دیا تھا کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کے کلام میں جذبات شاعری موسیقی اور سلاست میں سے کونسا جز و نمایاں ہے۔ آپ نے روحانیت کی فضا میں نشو و نما پائی۔ اس لئے ان کے کلام میں تصوف، عشق، درد، محبت کا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں۔ کہیں کہیں اشعار میں شوخی رنگ، زیادہ بھر گیا ہے اور ساتھ ہی قناعت و استغنا بھی موجود ہے۔'' (مقدمہ دیوان فرید صفحہ ۱۰-۱۱)

خواجہ صاحب نے ملتانی زبان میں کافیاں (جن میں یادِ خدا اور ترک دنیا کی ترغیب ہے) لکھنے کے علاوہ سندھی، ہندی سنسکرت، اردو اور فارسی میں بھی کافی اشعار کہے ہیں۔ اردو میں ایک دیوان میں خواجہ صاحب کی ۲۷۲ کافیاں ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ بھی ساتھ دیا گیا ہے۔

خواجہ غلام فرید صاحبؒ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق عقیدت و اخلاص: ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو پادری عبداللہ آتھم کی فیروز پور میں وفات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جس میں پادری عبداللہ آتھم کے انجام کے بعد پادریوں کو دعا کے میدان میں آنے کی دعوت دی۔ ساتھ ہی ان مسلمان مولویوں کو جو حضور کو کافر، کذّاب، مفتری اور دجال قرار دیتے تھے کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اور علماء کے نام ایک عربی زبان میں رسالہ بھی شامل کیا۔ یہ کتاب آپ نے ۵۸ مولوی صاحبان اور ۴۶ سجادہ نشینوں کو بذریعہ رجسٹری بھجوائی۔ جن لوگوں کو مباہلہ کے لئے مخاطب کیا گیا تھا ان کے نام کی فہرست انجام آتھم کے صفحہ ۶۹ تا ۷۲ پر درج ہے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا نام سجادہ نشینوں کی فہرست میں تیسرے نمبر پر ہے۔ انجام آتھم کے مطالعہ کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے عربی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا جس میں انہوں نے لکھا:۔

> ''إعلم يا اعزّ الاحبابَ إنّي من بدو حالك واقف على مقام تعظيمك لنيل الثواب وماجرت على لساني كلمة حقك الّا بالتبجيل ورعاية الآداب– والآن أطّلع

لک بانّی معترف بصلاح حالک بلا ارتیاب- و موقن بانّک مِن عباد اللّٰہ الصالحین- وفی سعیک المشکور مثاب- واُاوتیت الفضل من الملک الوھّاب ولک ان تسئل من اللہ تعالٰی خیر عاقبتی وادعولک حُسن مآب-

کہ اَے ہریک حبیب سے عزیز تو تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں- تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا- اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں- اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عنداللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے- میرے لئے عاقبت بالخیر کی دُعا کر اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دُعا کرتا ہوں-''

(انجام آتھم- روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۳-۳۲۴)

اس کے علاوہ باقی دو خطوط جو خواجہ صاحب کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو موصول ہوئے وہ بھی درج کئے گئے ہیں- اشارات فریدی جلد سوم جو ۱۳۲۱ھ کو مطبع مفید عام آگرہ میں محمد قادر علی خاں صوفی کے اہتمام سے شائع ہوئی تھی اس کے صفحہ ۴۲ پر مقبوس ہفتد ہم کے تحت طبع شدہ ہیں-

حضرت خواجہ صاحب کا مخالفینِ حضرت اقدسؑ کو جواب: جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خواجہ صاحب کا خط ضمیمہ انجام آتھم میں شائع کیا تو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی خود خواجہ صاحب کے پاس جا چڑھ گئے جیسا کہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۵ صفحہ ۱۳۸ سے معلوم ہوتا ہے- مولوی غلام دستگیر قصوری نے خواجہ صاحب کو کفر کے فتوئی پر دستخط کرنے کا کہا- مگر خواجہ صاحب نے انکار کر دیا- اور بتایا کہ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے بھی مجھے خطوط لکھے ہیں حضرت خواجہ فرماتے ہیں:

''نزد من خطوط فرستادہ بودند کہ شما مرزا صاحب قادیانی را چرا من عباد اللہ الصالحین نوشتہ اند- پس من در جواب اوشان نوشتہ بودم کہ من چنانچہ مرزا صاحب را من عباد اللہ الصالحین میدانم-''

(اشارات فریدی جلد سوم صفحہ ۱۷۹)

ترجمہ: (انہوں نے) مجھے خطوط بھجوائے کہ آپ نے مرزا صاحب قادیانی کو کیوں من عبادہ الصالحین لکھا ہے میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ میں مرزا صاحب کو عباد الصالحین میں سے قرار دیتا ہوں-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے خط کا جواب ضمیمہ انجام آتھم کے ساتھ ۲۲ شعبان ۱۳۱۴ھ کو حضرت خواجہ غلام

فرید صاحب کو ارسال کیا- جس کا متن اشارات فریدی جلد نمبر ۳ کے صفحہ ۶۵، ۶۶ پر مقبوس بست وسوم کے تحت درج ہے- اس خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی سعادت اور نیکی کی تعریف کے ساتھ انہیں الشیخ الکریم السعید حبی فی اللہ غلام فرید کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے-

۲۷ شعبان ۱۳۱۴ھ کو حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت مسیح موعود کو دوسرا خط فارسی زبان میں تحریر فرمایا- جس میں انہوں نے علماء کرام کے بدظنی کرنے میں جلدی کرنے کو ناپسند کیا ہے- اور اپنی محبت اور اخلاص میں بڑھ جانے کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ملاقات کی خواہش کا بھی ذکر کیا ہے- نیز اسلامی اصول کی فلاسفی بھجوانے کا مطالبہ کیا ہے- خواجہ صاحب کا یہ خط اشارات فریدی حصہ سوم کے صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۹ پر مقبوس نمبر ۵۹ کے تحت درج ہے- حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا- تو آپ نے ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ کو نظم ونثر پر مشتمل مبسوط خط کے ساتھ جلسہ مذاہب اعظم کے چند اوراق بھی ارسال کئے-

حضرت مہدی آخر الزمان کے نشانات کا ظہور اور ان کی تائید: حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے ان نشانات کے ظہور کی تائید فرمائی جو مہدی آخر الزمان کی صداقت کے لئے بیان کئے گئے تھے- آپ نے فرمایا:

> (ترجمہ) ''اس کے بعد فرمایا کہ مرزا صاحب نے اپنے مہدی ہونے کی بہت ساری علامات بیان کی ہیں مگر اس میں دو علامات کو اپنی کتاب میں ظاہر فرمایا ہے جو انتہائی طور پر مہدیؑ کی صداقت کے گواہ ہیں- ایک یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مہدی) کدعہ بستی سے ظاہر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کے لئے مختلف ملکوں سے اہل بدر کی تعداد کے برابر ۳۱۳ ساتھیوں کو جمع کرے گا اور یہ (۳۱۳ کے) اسماء سے چھپی ہوئی کتاب اس کے ہاتھ میں ہو ہوگی- اس میں تعداد ان کے اسماء اور شہر و بلاد کے نام لکھے ہوں گے-''

عربی متن کے بعد فارسی اقتباس میں ہے آپ فرماتے ہیں:

> (ترجمہ) ''مہدی کہ وہ کدعہ معرب کادیان (قادیان) سے ظاہر ہوگا''

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب کسوف وخسوف والے نشان مندرجہ مسند دارقطنی کی حدیث درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں-

> (ترجمہ) ''کہ چاند اور سورج کو گرہن ؛.....۱۸۹۴ء میں ہوا اور مرزا صاحب نے اتمام حجت کیلئے اکناف عالم میں اشتہار بھیجے کہ یہ پیشگوئی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی

موعود کے لئے فرمائی تھی وہ پوری ہوگئی ہے......اور یہ کہ یہ کسوف وخسوف رمضان میں ہوئے۔''
(اشارات فریدی حصہ سوم صفحہ ۷۰-۷۱)

نوٹ: ان قتباسات کا عکس الگ دیا جارہا ہے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی تصدیق کے متعلق حضرت اقدسؑ کے تحسین آمیز کلمات: حضرت اقدسؑ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی نیکی وتقویٰ اور اخلاص کی تعریف فرمائی۔ انجام آتھم میں فرمایا:

''میاں غلام فرید چاچڑاں شریف والوں نے پرہیزگاری کا نور دکھلایا۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے آمین۔ اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی میاں صاحب موصوف کا ذکر بالخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا......'' (روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۲)

''میاں غلام فرید صاحب پیر نواب بہاولپور جو ایک صالح اور متقی مرد مشائخ پنجاب میں سے ہیں...... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس قدر بھی اس عاجز کی تصدیق کرے گا جیسا کہ میاں غلام فرید صاحب نے اپنے خط کے ذریعہ کی۔ اُس کا بھی خدا ان لوگوں میں حشر کرے گا جنہوں نے سچائی کو رد نہیں کرنا چاہا......'' (روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۰)

آپؑ نے سراج منیر میں فرمایا

از تو جانِ من خوش است اے خوش خصال دیدمت مردے دریں قحط الرجال
درحقیقت مردم معنی کم اند گو ہمہ از رُوئے صورت مردم اند
اَے مرا رُوئے محبت سُوئے تو بُوے اُنس آمد مرا از کُوئے تو

(روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۹۴)

ترجمہ: اے نیک خصلت انسان تجھ سے میرا دل خوش ہے اس قحط الرجال میں تجھ کو ہی ایک مرد پایا ہے۔ دراصل مطلب کو سمجھنے والے انسان کم ہوتے ہیں اگرچہ دیکھنے میں سب آدمی ہی نظر آتے ہیں۔ اے وہ کہ میری محبت کا رُخ تیری طرف ہے مجھے تیرے کوچہ سے اُنس ومحبت کی خوشبو آتی ہے۔

حضرت اقدسؑ کے کلام سے حضرت خواجہ صاحب کے بابرکت وجود کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انہیں حضرت امام الزمان مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کے ساتھ کس قدر محبت وعقیدت کا تعلق تھا۔

بعض علمی لطائف بطور الغاز

حیاتِ قدسی سے

(مرسلہ: مکرم میاں محمد اسحٰق صاحب-ربوہ)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اپنی سوانح حیاتِ قدسی حصہ پنجم میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک عرصہ کی بات ہے کہ میں ...... ملتان گیا-شہر کے قریب ہی ایک باغ تھا جس میں شہر کے علماء علمی مجالس منعقد کر کے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے دلچسپی کا سامان بہم پہنچاتے تھے- میں بھی ...... ان علماء کی جن میں اہل حدیث اور شیعہ علماء بھی شامل تھے مجلس میں حاضر ہوتا جس سے مختلف مسائل پر گفتگو کا موقعہ ملتا- ایک دفعہ مجلس میں بعض چیستانی لطائف شروع ہو گئے- ایک صاحب نے مندرجہ ذیل شعر بطور چیستان کے پیش کیا

نغز کے دیدم عجب در کشورِ ہندوستاں — پوستش بر موئے باشد موئے او بر استخواں

اس کے متعلق میں نے بتایا کہ اس سے مراد آم کا پختہ پھل ہے جس کے اوپر کا پوست جو نظر آتا ہے اس کے نیچے صوف ریشے اور تاریں بالوں کی طرح ہیں اور ان بالوں کے نیچے گٹھلی ہے جو استخواں یعنی ہڈی کی طرح سخت ہے- پنجابی میں اس پہیلی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے-

دیکھو بھائیو! قدرت ربّ دی کیسے اس دے کم — ہڈیاں اُتے وال جے- والاں اُتے چم

ایک اور صاحب نے مندرجہ ذیل شعر پیش کیا-

یکے اسپے عجب دیدم کہ شش پائے دوسُم دارد — عجب تر ہم ازاں دیدم میانِ پشت دُم دارد

میں نے اس کے متعلق یہ عرض کیا کہ اس شعر میں ترازو کی شکل کو پہیلی کے طور پر بیان کیا گیا ہے- ترازو میں دوسُم یعنی دو پلڑے ہوتے ہیں اور چھ زنجیریں یا رسیاں جو دونوں پلڑوں کے ساتھ ہوتی ہیں وہ گویا چھ پاؤں ہیں اور وہ کپڑے کا ٹکڑا یا دھاگوں کا گچھا جو ترازو کی ڈنڈی کے درمیان میں پکڑنے کے لئے ہوتا ہے- اس شعر میں اسے کمر کے درمیان میں دُم قرار دیا گیا ہے-

جب میں نے ان دونوں چیستانوں کا حل علماء کے سامنے پیش کیا تو بعض نے مجھ سے خواہش کی کہ میں بھی کوئی علمی لطیفہ بطور پہیلی کے بیان کروں- چنانچہ میں نے مندرجہ ذیل اشعار بطور چیستان کے علماء کے سامنے پیش کئے-

(۱) چشم بکشا زلف بشکن جانِ من — بہر تسکینِ دلِ بریانِ من

(۲) خدا المیمین من میم فلا تَنقُطُ علیٰ امری — لتعلم اسم مَن اھوی و تعرف من بہ فخری

(۳) حروفِ نام یارِ من پنج ہستند — چو یک را دور سازی ہشت مانند

(۴) فعیل الخلة فعلان رحمت بَینهُمَا التناسب والولاء

ان علماء کی خواہش پر میں نے مندرجہ ذیل حل بھی پیش کئے۔

(۱) پہلے شعر میں اسم ''علی'' کو بطور معمہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں ''اے میری جان آنکھ کھول اور اپنی زلف کے پیچ کو شکن نما بنا کے دکھا تا تیرے اس جلوۂ حسن سے میرے سوختہ دل کو تسکین ملے۔

اس شعر میں شاعر نے اشارہ مرموزہ سے اپنے محبوب ''علی'' کا نام پیش کیا ہے اور وہ اس طرح کہ 'علی' نام کا پہلا حرف عین ہے اور حرف عین کو حرکتِ فتح سے مفتوح ظاہر کرنے کے لئے لفظ بکشا استعمال کیا گیا ہے۔ چشم کا ترجمہ عین اور بکشاء کا ترجمہ افتح ہے یعنی حرفِ عین کو فتح دے دے۔ اور زلف جو سر کے بال ہیں اس کو حرف لام سے تشبیہہ دی ہے اور بشکن کے معنی عربی زبان میں اِکسِر کے ہیں جس کے معنی کسرہ یعنی زیر دینے کے بھی ہیں۔ اور بریان کا درمیانی حرف ''ی'' ہے جو بریان کے پانچوں حروف میں سے درمیان میں ہے جس طرح دل جسم کے درمیانی حصہ میں ہے اور تسکین سے سکون دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گویا اس محبوب کا نام ''ع۔ل۔ی'' تین حرفوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے پہلا حرف مفتوح دوسرا مکسور اور تیسرا ساکن ہے اور یہ نام ''علی'' ہے۔

(۲) دوسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ حرف میم سے دو میم لئے جائیں اور لفظ خُذ جو فعلِ امر ہے پر نقطے نہ لگائے جائیں یعنی خ اور ذ کے نقاط کو دور کیا جائے۔ باقی ح اور د رہ جائیں گے۔ اس طرح تجھے میرے محبوب اور قابل فخر ہستی کے نام کا علم ہو جائے گا۔ اگر ایک میم حرف ح سے پہلے اور دوسرا میم حرف د سے پہلے منضم کیا جائے تو ''محمد'' کا نام بنتا ہے جو میرا محبوب اور میرے لئے قابلِ فخر ہے۔

(۳) تیسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ میرے دوست کے نام کے حروف پانچ ہیں اگر ایک حرف کو دور کیا جائے تو آٹھ ہو جاتے ہیں اس معمہ میں ''عثمان'' کا نام پیش کیا گیا ہے جس کے پانچ حروف ہیں اور اگر ع کو دور کیا جائے تو باقی ثمان یعنی آٹھ رہ جاتا ہے۔

(۴) چوتھے شعر میں ''خلیل الرحمٰن'' کے نام کو پیش کیا گیا ہے یعنی الخلة کو اگر فعیل کے وزن پر رکھا جائے تو ''خلیل'' بنتا ہے۔ رحمت کو اگر فعلان کے وزن پر رکھا جائے تو رحمان بنتا ہے اور دونوں کو ملانے سے خلیل الرحمٰن کا نام بنتا ہے۔

(حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۸۰ تا ۸۳)

ان چیستانی اشعار کی تشریح سن کر سب علماء بہت محظوظ ہوئے اور میری باتوں میں دلچسپی لینے لگے......''

(صفحہ ۸۱ تا ۸۲)

جناب بشیر احمد آرچرڈ صاحب آف سکاٹ لینڈ

مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کراچی کا ایک مکتوب

جناب بشیر احمد آرچرڈ صاحب (مربی سلسلہ احمدیہ) سکاٹ لینڈ کے بارہ میں ایک مختصر مضمون ماہنامہ انصار اللہ مئی ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا ہے۔ میں نے ۱۹۹۱ء میں دوران قیام لندن ان سے ایک ملاقات پر دریافت کیا کہ دوران قیام قادیان آپ نے حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری صاحب ...... سے ملاقات کی۔ اس کی روئیداد بیان فرمائیں تو انہوں نے اپنے انگریزی مکتوب میں لکھا:

(ترجمہ) 'میں آپ کے اس مکتوب کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس میں آپ نے حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کے بارے میں مجھے اپنی کچھ یادداشتیں قلمبند کرنے کے لئے تحریر کیا ہے۔ مجھے ان سے گفتگو کی تفصیلات کے بارے میں بہت کم یاد رہ گیا ہے۔ میں ۱۹۴۵ء میں مہمان خانہ قادیان میں اُن کے کمرے میں ملاقات کے لئے جایا کرتا تھا...... ایک مرتبہ میں نے حضرت حافظ صاحب سے سوال کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا چہرہ مبارک (کیسا تھا)...... تو انہوں نے جواب دیا کہ ''حضرت مسیح موعودؑ کا چہرہ مبارک نورانی تھا۔

وہ (حضرت حافظ صاحب۔ ناقل) اپنے ملاقاتیوں سے گفتگو کے دوران ہمیشہ اپنی چارپائی کے درمیان جس پر سفید چادر بچھی ہوئی ہوتی تھی، تشریف فرما ہوتے تھے۔ میں نے ۱۹۴۷ء میں دو اور (رفقاء) کے ساتھ ان کی ایک چھوٹی سی متحرک فلم بنائی تھی جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ربوہ میں میری شادی کے موقعہ پر انہوں نے مجھے دس روپیہ بطور تحفہ عنایت فرمائے تھے اور ایک مرتبہ ربوہ میں ارشاد فرمایا کہ جتنے بھی غیر ملکی نو مبائعین سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ مجھے ان سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

آپ کا مخلص

بشیر احمد آرچرڈ

پس نوشت: میں نے مکرم ناصر دہلوی کو حضرت حافظ صاحب کی ایک فوٹو دیدی ہے' جو میں نے ۱۹۴۷ء میں قادیان میں اتاری تھی۔'

جناب بشیر احمد آرچرڈ صاحب نے اپنی یونٹ کے ایک ساتھی حوالدار کلرک کا ذکر کیا ہے یہ صاحب محترم

عبدالرحمن صاحب ہیں جن کی دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں انہیں قبول احمدیت کی توفیق ملی......

چوہدری ضیاء الحق صاحب لاہور (حال امریکہ) تحریر فرماتے ہیں:

''ابتدائی ملاقات کے بعد خاکسار کا تعلق نیازمندی (حضرت حافظ صاحب سے) آخردم تک قائم رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے درمیان محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب جب تحقیق ومطالعہ کے لئے قادیان آئے تو میں بھی انہیں دنوں دہلی سے قادیان پہنچا اور مہمان خانہ میں مقیم ہوا۔ جس کوارٹر میں میں قیام پذیر تھا اسی کے ساتھ والے کمرے میں آرچرڈ صاحب قیام فرما تھے۔ حضرت حافظ صاحب آرچرڈ صاحب سے گفتگو فرماتے تو کبھی کبھی خاکسار مترجم ہونے کی سعادت حاصل کرتا۔ شام کو عموماً حضرت مفتی محمد صادق صاحب ...... حضرت حافظ صاحب والے کوارٹر کے بیرونی دروازے میں داخل ہوتے تو حضرت حافظ صاحب عقیدت واحترام سے اٹھ کر کھڑے ہوجاتے۔ غالباً وہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ...... کے قدموں کی چاپ پہچانتے تھے۔''

دوران قیام قادیان آرچرڈ صاحب تمام نمازیں (بیت) مبارک میں ادا کرتے تھے اور رات کے اکثر حصہ میں نوافل اور دعاؤں میں مشغول رہتے ...... ایک روز حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مژدہ سنایا کہ آج شب خداوند نے میری عاجزانہ دعاؤں کا جواب مرحمت فرمایا۔'' (سلیم شاہجہانپوری۔ کراچی)

حفظ القرآن میں دو بچوں کا خوشکن ریکارڈ

محض خدا تعالیٰ کے فضل واحسان سے مدرسۃ الحفظ ربوہ میں سال ۲۰۰۱ء -- ۲۰۰۲ء میں کل اکیس (۲۱) طلباء نے حفظ قران مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان میں سے دو طلباء نے غیر معمولی قابلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت قلیل عرصہ میں حفظ قران مکمل کر کے ریکارڈ قائم کیا ہے۔ مکرم پرنسپل مدرسۃ الحفظ .... کی اطلاع کے مطابق عزیزم حافظ سفیر احمد ورک ابن مکرم نصیر احمد ورک صاحب آف ربوہ نے صرف ۱۰ ماہ کے قلیل عرصہ میں اور عزیزم حافظ ولید احمد بابر ابن مکرم عصمت محمود کھوکھر صاحب آف گوجرانوالہ نے اسال ۸ ماہ اور ۱۳ دن میں قرآن پاک مکمل حفظ کیا ہے۔

احباب سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز دونوں طلباء کے لئے بابرکت فرمائے۔ (ادارہ)

خط و کتاب اور ترسیل زر کے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ اور مکمل پتہ تحریر فرماویں۔ (مینیجر ماہنامہ انصار اللہ)

مجلس عاملہ انصار اللہ مقامی کا تفریحی پروگرام

مورخہ ۱۶۔مئی ۲۰۰۲ء کو ۶ بجے صبح تمام اراکین مجلس عاملہ مقامی دارالضیافت میں تشریف لے آئے۔ جہاں ناشتہ کے بعد اجتماعی دعا ہوئی اور مکرم چوہدری نعمت اللہ صاحب زعیم اعلیٰ کی سرکردگی میں احباب روانہ ہوئے۔ ہمارے سفر کا آغاز ۷ بجے ہوا اور دوپہر کے قریب مری کی بلندیوں میں سفر شروع ہو گیا۔ گھوڑا گلی ریسٹ ہاؤس پہنچے جہاں ہمارے ایک مخلص احمدی دوست نے ہمارا استقبال کیا۔ یہاں ریسٹ ہاؤس میں ہمارا قیام تھا جہاں کبھی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے قیام فرمایا تھا۔ دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد مری کی سیر کا آغاز ہوا، وائلڈ لائف پارک بانسرہ گلی، لارنس کالج گھوڑا گلی، Shangrila Hotel، چھیکا گلی سے ہوتے ہوئے ہم بھوربن پہنچے جہاں ایک نہایت خوبصورت پارک بنا ہوا ہے اور ایک بہت بڑا میدان ہے جہاں جہاز آ کر اترتے ہیں یہ گراؤنڈ پاک آرمی کے کنٹرول میں ہے چند ریسٹورنٹ بھوربن سے تمام ممبران قافلہ کی چائے سے تواضع کی گئی۔ جب ہم بھوربن سے مری شہر کی طرف روانہ ہوئے تو سورج غروب ہونے کو تھا۔ اندھیرا ہوتے ہی پہاڑوں پر بجلی کے قمقمے روشن ہو گئے۔ جب بلندی پر جاتے اور نیچے دیکھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے ستاروں کا آسماں یک دم زمین پر آ گیا ہے ہر طرف نہایت خوبصورت روشنیاں نظر آنے لگیں۔ مری شہر میں ہم لوگ کشمیر پوائنٹ سے مال روڈ سے ہوتے ہوئے پنڈی پوائنٹ پہنچے رات کو ہوا میں کافی نمی تھی ہمارے اکثر ممبران نے سوئیٹر پہن لئے تھے۔ پنڈی پوائنٹ سے ہوتے دن بھر کی تھکاوٹ نے قیام گاہ (ریسٹ ہاؤس) جانے پر آمادہ کیا۔ جہاں پہنچ کر کھانا کھایا اور نمازیں ادا کیں۔ رات گئے تک مجلس شعر وسخن جاری رہی جس میں مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب اور مکرم عطاء الرحمٰن محمود صاحب نے مزاحیہ شعروں سے محفل کو خوشگوار بنا دیا۔ اس کے بعد سبھی شب بسری کے لئے اپنے بستروں میں چلے گئے۔ مورخہ ۱۷۔ جولائی کو نماز فجر سے دن کا آغاز ہوا۔ ۷ بجے صبح ہم اپنے میزبان دوست کے ساتھ روانہ ہوئے۔ (روایات کے مطابق) مری میں حضرت مریمؑ کی قبر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کر کے علاقہ کشمیر میں آئی تھیں۔ چنانچہ ہم مائی مریاں (حضرت مریمؑ) کی قبر کے نشان تک پہنچے جس کے لئے ہمیں بلندی پر جانا پڑا یہ اونچائی جہاں پاکستان ٹیلی ویژن کا بوسٹر ہے مری کی سب سے بلند جگہ ہے وہاں ایک پتھر کی سل رکھی ہوئی ہے کہ مائی مریم جن کے نام پر مری شہر کا نام رکھا گیا ہے ان کی قبر یہاں تھی اس جگہ اجتماعی دعا کی گئی۔ ہمارے میزبان نے ہلکی پھلکی ضیافت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ مری سے ہماری اگلی منزل نتھیا گلی تھی۔ نتھیا گلی کا راستہ بڑا دلکش اور خوبصورت ہے یہ علاقہ قدرت کی ایک عظیم تخلیق ہے۔ بے اختیار دل حمد کے جذبات سے لبریز ہوئے۔ چنانچہ دعائیں کرتے یہ نظارے دیکھتے ہم نتھیا گلی پہنچے۔ وہاں کا موسم مری کی نسبت زیادہ خوشگوار تھا۔ ایک طرف دھوپ نکلی ہوئی تھی مگر ہوا ٹھنڈی لگ رہی۔ دوپہر وہاں گذاری اور کھانے سے فارغ ہو کر براستہ ایبٹ آباد ہم بخیر وعافیت ربوہ پہنچ گئے۔ الحمدللہ۔

(رپورٹ: سید طاہر محمود ماجد منتظم صحت جسمانی)

مخزن اسرار توحیدی مسمی بہ مقابیس المجالس المعروف بہ

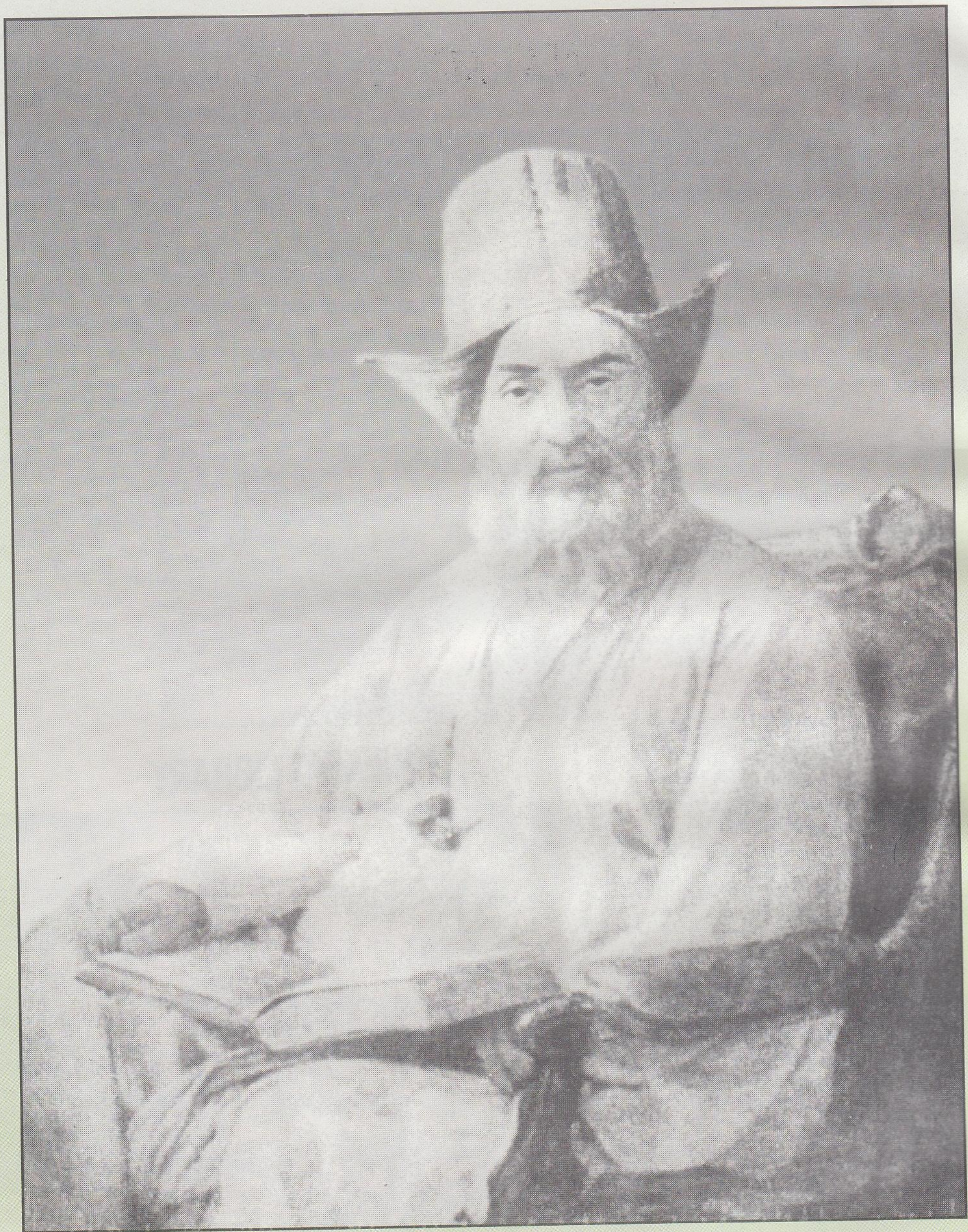
اشارات فریدی

حصہ سوم

(عکس صفحہ ۷۰-۷۱) .... بعد ازان

فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدویت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر ازانمیان دو علامات کہ در کتاب خود درج ساختہ بیان نمودہ است برتر و بدرجہ غایت بر دعویٰ مہدویت او گواہ اند۔ یکے اینکہ او گفتہ کہ در حدیث شریف آمدہ است کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کدعۃ و یصدقہ اللہ تعالیٰ و یجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اہل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلا و معہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) فیہا عدد اصحابہ باسمائھم و بلادھم و خلالھم یعنی فرمودند نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید مہدی از دیہی کہ گفتہ شد او را کدعہ کہ کدعہ در اصل معرب کادیان است۔ دوم این است کہ او میگوید کہ در دارقطنی این حدیث از امام محمد باقر رضی اللہ عنہ روایت کردہ است کہ ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموٰت والارض تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان تنکسف الشمس فی النصف منہ ہرگاہ خسوف قمر و کسوف شمس بتاریخ بست ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہزدہ صد و نود و چہار واقع شد پس مرزا صاحب برائے اتمام حجت خود در اطراف و اکناف عالم اشتہار این معنی ارسال کرد کہ این پیشین گوئی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائے ظہور مہدی موعود فرمودہ بودند۔ اکنون تمام شدہ است بر ہمہ واجب کہ بمہدیت من اعتراف کنید و اقرار نمائید پس مولویان وقت طفلانہ سوال کردند کہ از حدیث شریف این معنی برمی آید کہ در اول شب رمضان خسوف قمر شود و در نیمہ رمضان کسوف شمس گردد و این خسوف بتاریخ سیزدہم رمضان واقع گشتہ و کسوف بتاریخ بست و ہشتم رمضان بوقوع آمدہ۔

اے مرا رُوئے محبت سُوئے تُو   بُوئے اُنس آمد مرا از کُوئے تُو



حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف (ولادت: ۱۳۶۱ھ / ۱۸۴۶ء وفات: ۱۴۱۹ھ / ۱۹۰۱ء)

Monthly

ANSARULLAH

July 2002

Ph: 04524-212982

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. # : CPL - 92

مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کا ایک گروپ، مری کے تفریحی TOUR پر



مجلس انصاراللہ
مقامی ربوہ کے چند
عہدیداران مری کے
مقام گھوڑا گلی میں



مری کے
کشمیر پوائنٹ
کا ایک منظر